
شہرِ محبت
نگہت سیما

شہرِ محبت

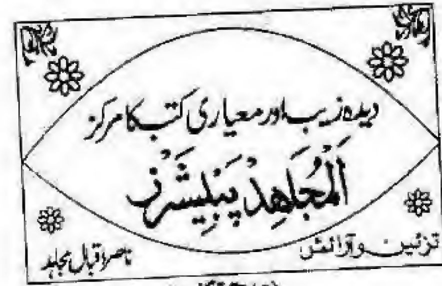
نگہت سیما

المجاہد پبلیشرز

4 منزل دین پلازہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
0321-6450283
0300-6450283
055-8204177

ملنے کے پتہ جات

- ملت بک شاپ، فیصل مسجد اسلام آباد
- مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ لاہور
- مکتبہ انجمن تبلیغ اسلام، الاکرام بلڈنگ راولپنڈی
- علم و عرفان پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور
- البدر کتاب گھر، کچہری روڈ گجرات
- مکتبہ اذان سحر، منصورہ لاہور
- خزینہ علم و ادب، اردو بازار لاہور
- حق پبلی کیشنز، چیٹرجی روڈ لاہور
- احمد بک ڈپو، گوجرانوالہ
- اجالا بک سنٹر، اردو بازار، گوجرانوالہ
- علی میاں پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور
- بک کارنر شوروم، بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم
- ادارہ مطبوعات طلبہ، اچھرہ لاہور



- نام کتاب: شہر محبت
- نام مصنفہ: نگہت سیما
- اشاعت: جون 2009ء
- کمپوزنگ: محمد امجد
- قیمت: 250 روپے

انتساب

ان محبتوں کے نام
جو ناپید ہو چکی ہیں

پیش لفظ

''شہر محبت'' اور دیگر ناولٹ اب کتابی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہلکے پھلکے موضوعات پر لکھے گئے یہ ناولٹ یقیناً آپ کو پسند آئیں گے۔

''ذرا نم ہو تو یہ مٹی'' اس کہانی میں میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہم اپنی نسل سے مایوس نہیں ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی چنگاری ضرور دبی ہوئی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ غلطیاں جو بڑوں سے سرزد ہوئی ہیں۔ نئی نسل بھی انہیں دہرائے۔ میری کہانیوں کے کردار اسی زمین پر رہنے بسنے والے کردار ہیں۔ اپنی زندگی کے اس سارے ادبی سفر میں میں نے بے شمار کہانیاں اور ناولٹ لکھے ہیں جنہیں بہت پذیرائی ملی ہے۔ میرے لیے اپنے قارئین کی یہ پذیرائی بہت اہمیت رکھتی ہے۔

نیک دعاؤں کے ساتھ

نگہت سیما

5 اپریل 2009ء

شہر محبت

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچانک زمین پھٹ جائے یا آسمان آ گرے یا پھر کوئی بڑا حادثہ ہو تو یہ سمجھ میں ہی نہ آئے کہ کیا ہوا ہے، تو مجھے بھی اس سے ایسا ہی لگا تھا کہ شاید آسمان گر گیا ہے یا زمین پھٹ گئی ہے یا پھر پتا نہیں کیا ہوا؟

کتنی ہی دیر تک میں نا سمجھی سے اس کھلے دروازے کو دیکھتی رہی جس سے ابھی ابھی مما نکل کر گئی تھی اور ان کے پیچھے رومی مجھے بے بسی سے تکتی ہوئی گویا ان کے پیچھے گھسٹتی جا رہی تھی کیونکہ مما نے اس کا بازو سختی سے تھام رکھا تھا اور وہ کچھ کہنے کی کوشش میں بار بار ہونٹ کھول اور بند کر رہی تھی اور مما کے جانے کے ایک گھنٹے بعد میں ان الفاظ کو معنی پہنانے کی کوشش کر رہی تھی جو مما نے میرے لیے کہے تھے۔

''تمہیں رومی کو اس بری طرح ڈانٹنے اور خفا ہونے کا حق کس نے دیا ہے اور کیوں ڈانٹ رہی ہو تم اسے؟''

''پتا نہیں مما آج اتنے غصے میں کیوں ہیں؟''

میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا تھا اور میں انہیں بتانا چاہتی تھی کہ رومی میری بہن ہے اور مجھے یہ حق ہے کہ میں اسے کوئی غلط کام کرتے دیکھوں تو ڈانٹوں اور منع کروں لیکن مما کے اگلے جملے نے میری قوت گویائی یکدم سلب کر لی۔

''تم کیا سمجھتی ہو رومی کو، اپنی غلام۔۔۔محکوم۔۔۔۔نوکر، تو اچھی طرح سن لو نوکر وہ نہیں تم ہو اس کی اور خبردار آئندہ کبھی رومی کے کسی معاملے میں دخل دیا تو، یا اسے بلاوجہ ٹوکا۔''

مما اپنے لفظوں کی ہلاکت خیزیوں سے بے خبر رومی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں اور رومی جو ان کی اچانک آمد پر ہکا بکا کھڑی تھی کچھ کہنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی ان کے ساتھ ہی گھسٹتی چلی گئی تھی۔ کتنی ہی دیر تک میں یونہی خالی خالی ذہن کے ساتھ کھلے دروازے کو دیکھتی رہی تھی یہ کیا ہوا ہے؟ یہ مما نے کیا کہا ہے؟ میں مما کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ان کے کہے لفظوں کو معنی پہنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''کیا مما میری سوتیلی ماں ہیں؟'' بہت دن پہلے ایک بار آیا ہوا خیال آج بھرپوری شدت کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔

''لیکن اگر ایسا ہے بھی تو کون مجھے بتائے گا کہ حقیقت کیا ہے؟ کیا بیا مجھے بتائیں گی کہ حقیقت کیا ہے اور حقیقت تو صرف بیا ہی بتا سکتی ہیں لیکن بیا کہتی ہیں ایسا نہیں ہے تم جیا کی ہی بیٹی ہو۔ جیا کی شادی کے آٹھ سال بعد تم پیدا ہوئی تھیں۔ میری آنکھیں بے تحاشہ جل رہی تھیں۔

بیا نے مجھے بتایا۔ ''جیا کی شادی کو آٹھ سال ہو گئے تھے اور جب وہ مایوس ہو گئی تو تم آ گئیں خدا کا تحفہ اور میرے پانچ سال بعد رومی اور ریان۔''

پانچ سال کی عمر کی باتیں یاد تو نہیں رہتیں اور مجھے بھی کچھ زیادہ یاد نہیں ہے لیکن وہ دن میرے حافظے میں بالکل اس طرح موجود ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ میں پاپا کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی اور پاپا نے مجھے راستے میں بتایا تھا کہ ہم مما اور مما کے ساتھ گڑیا سی بہن کو اور بھائی کو دیکھنے جا رہے ہیں۔

''یہ بھائی بہن کہاں ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ اللہ میاں نے تمہارے لیے بھیجے ہیں۔''

"پھر اللہ میاں نے انہیں ہمارے گھر کیوں نہیں بھیجا ہاسپٹل کیوں بھیجا ہے۔"

"ہم انہیں گھر ہی تو لینے جا رہے ہیں۔"

پاپا نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ میں اگرچہ چھوٹی سی تھی لیکن سوال کر کر کے ناک میں دم کر دیتی تھی۔ ہر بات کو جاننے کا تجسس تھا میری نیچر میں۔

پھر ہاسپٹل کے ایک کمرے میں مما کے بیڈ کے ساتھ پڑی کاٹ میں سے بیا نے اس ننھی سی گڑیا کو اٹھا کر مجھے دکھایا تھا۔

"سوی دیکھو، یہ اللہ نے تمہارے لیے ایک بہن بھیجی ہے۔"

چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کی مٹھیاں بند کیے وہ آنکھیں بند کیے سو رہی تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھا تھا پھر فوراً ہی اٹھا لیا تھا۔

یہ ساری باتیں اس لیے بھی میرے ذہن میں رہ گئیں کہ بیا وقتاً فوقتاً انہیں دہراتی رہتی تھیں۔

"بہنا کو پیار کرو سوی۔" بیا نے مجھے کہا اور میں نے ڈرتے ڈرتے ہی اس کے نرم نرم گلابی رخساروں پر پیار کیا۔ گو مجھے اس سے تھوڑا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ پھر بھی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں بہت خوش ہو رہی تھی۔

"وہ۔۔۔وہ کہاں ہے؟"

"کون؟" بیا نے پوچھا تھا۔

"وہ بھائی، پاپا نے کہا تھا کہ فرشتے ایک بھائی بھی لائے ہیں۔"

بیا مسکرائی تھیں۔

"اس کی طبیعت خراب ہے اس لیے اسے آکسیجن باکس میں رکھا ہوا ہے۔"

اور پھر پاپا نے مجھے شیشے میں سے اسے دکھایا تھا۔ وہ بہت کمزور اور چھوٹا سا تھا۔

اور پھر مما گھر آ گئیں، ریان اور رومی دونوں کو لے کر۔ ریان بہت کمزور تھا اور کچھ بیمار بھی تھا اس لئے مما اسے گود میں لے کر بیٹھی رہتی تھیں اور رومی کو بیا ہی

سنبھالتی تھی۔

میرا صبح سکول جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ منہ بسورتی ہوئی سکول جاتی تھی اور آتے ہی بیگ پھینک کر بیا کے کمرے کی طرف بھاگتی۔ رومی کبھی سوئی ہوئی ہوتی کبھی جاگ رہی ہوتی۔ میں اسے خوب پیار کرتی۔

رومی کو زیادہ تر بیا ہی سنبھالتی تھیں، بیا مما کی بڑی بہن اور پپا کی چچا زاد بہن تھیں اس بڑے سے گھر کے دو پورشن تھے ایک پورشن میں پپا اپنے والدین کے ساتھ رہتے تھے وہ اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے دوسرے پورشن میں ان کے چچا رہتے تھے جن کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا۔ بڑی رابعہ جنہیں مما نے بچپن میں بیا کہا کر بلایا تو پھر سب ہی انہیں بیا کہہ کر بلانے لگے اور دوسری وجیہہ حسن کی شادی پپا سے ہوئی تھی اور جو بیا سے سات سال چھوٹی تھیں۔

بیا شادی کے چند ماہ بعد ہی بیوہ ہو کر واپس اسی گھر آ گئی تھی اور پھر انہوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی۔ نجیب ماموں اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ میں سیٹل تھے اور یہاں اسی گھر میں بیا اکیلی رہتی تھیں۔ میں اور رومی مما کی نسبت بیا سے زیادہ قریب رہے تھے اور اپنی ہر بات مما کی بجائے بیا سے ہی کرتے تھے اور بیا بھی ہم سے بہت پیار کرتی تھیں۔ مما ہر وقت ریان کی فکر میں ہی رہتی تھیں، وہ بہت کمزور بھی تھا اور بیا نے بتایا تھا کہ اسکے دل میں چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔

مما ریان کے سلسلے میں کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتی تھیں۔ کئی بار میں مما کے کمرے میں گئی تھی اور چاہا تھا کہ مما، بیا کی طرح اسے پک کر کے میری گود میں لٹا دیں لیکن مما کو مجھ پر ذرا بھروسہ نہ تھا انہیں خوف ہوتا تھا کہ کہیں میں اسے گرا نہ دوں حالانکہ بیا نے دو ایک بار میری سفارش بھی کی تھی۔

یوں میں ریان کی نسبت رومی کے زیادہ قریب تھی اور رومی تو جیسے میری دیوانی تھی، میرا سایہ۔ اس نے ہمیشہ وہی کیا جو میں نے کیا جو فوڈ مجھے پسند تھا وہی اس کی پسند تھی جو

کلرز اور ڈریس مجھے پسند تھے وہ بھی وہی کلرز پہنتی تھی حالانکہ مما اس بات پر خاصا چڑتی تھیں۔ وہ جیسے میرے نقش قدم پر پاؤں رکھتی آرہی تھی۔

شروع شروع میں ہم دونوں نے ریان سے بھی قریب ہونے کی کوشش کی تھی اور ہم چاہتے تھے اپنے ہر کھیل میں اسے بھی اپنے ساتھ رکھیں لیکن مما نے ریان کو کبھی ہمارے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ ریان کو ہم سے یوں دور رکھتی تھیں جیسے ہمیں کوئی جراثیم چمٹے ہوئے ہوں۔ وہ ہمیشہ ریان کے ساتھ رہتی تھیں ریان ان کے بیڈ روم میں ہی سوتا تھا جبکہ رومی بیا کے پاس سوتی تھی لیکن جب وہ چھ سال کی ہوئی تو وہ ضد کر کے میرے کمرے میں آگئی تھی۔ بیا اسے اٹھا کر لے جاتیں اور کبھی وہ یہاں ہی سوئی رہتی۔

رومی نے میری طرح تین سال کی عمر میں نرسری میں جانا شروع کر دیا تھا جبکہ ریان کو مما نے سکول نہیں بھیجا تھا۔ وہ ابھی تک بہت کمزور سا تھا۔ مما خود اسے بلاکس وغیرہ سے سکھاتی تھیں جبکہ رومی میرے ساتھ سکول جاتی تھی، جب تک وہ نرسری پریپ میں رہی اسے جلدی چھٹی ہو جاتی تھی اور ڈرائیور اسے لے جاتا تھا۔ وہ ہر پیریڈ میں میرے پاس بھاگی آتی تھی اور پھر میں اسے دوبارہ اس کی کلاس میں چھوڑ کر آتی تھی رومی جب کلاس ٹو میں آئی تو مما نے ریان کو گھر ہی میں تیاری کروا کے سکول میں داخل کروا دیا تھا۔ جس روز مما نے ریان کو سکول میں داخل کروایا مجھے اپنے پاس بلا کر کہا تھا۔

''دیکھو سومی! تم بڑی ہو، ریان کمزور اور بیمار ہے اور یہاں سکول میں تمہیں ہی اس کا خیال رکھنا ہے بریک میں اسے اپنے ساتھ رکھنا اور بھاگ دوڑ مت کرنے دینا۔''

میں تب ساتویں جماعت میں تھی اور مما کا مجھے اس طرح ریان کا خیال رکھنے کا کہنا بہت اچھا لگا اور اپنا آپ بڑا معتبر سا لگا اور میرے اندر خوشی کی انجانی سی کلیاں چٹکنے لگی تھیں۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد ریان کی کلاس میں جاتی تھی اور اس کی طبیعت پوچھتی تھی۔

''تم ٹھیک ہو نا، کوئی چیز تو نہیں چاہیے، پانی پینا ہے، واش روم میں جانا ہے وغیرہ وغیرہ۔'' وہ مجھے دیکھتے ہی مسکرا دیتا اس کی آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔

''تمہارا بھائی بہت پیارا ہے۔''

ٹیچر نے کہا تو میں نے بڑا فخر محسوس کیا۔ بریک ہوتے ہی میں تیر کی طرح اس کی کلاس میں گئی تھی اس کی انگلی پکڑ کر اسے اپنی کلاس میں لے آئی تھی رومی تو خود ہی بریک ٹائم میں آجاتی تھی میں نے مما کی طرح لقمے بنا بنا کر اس کے منہ میں ڈالے تھے اور پھر ہم تینوں لنچ کر کے باہر آگئے تھے اور ایک طرف کھڑے ہو کر بچوں کو کھیلتے دیکھنے لگے تھے میں نے ریان کو جھولے میں بھی بٹھایا تھا۔ اس روز مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے من میں چھپی کوئی حسرت اچانک پوری ہو گئی ہو میں نے اور رومی نے بریک میں ریان کے ساتھ بہت باتیں کی تھیں لیکن ریان بہت کم بولتا تھا اور بریک کے بعد پوری ذمہ داری کے ساتھ میں اور رومی اسے کلاس میں چھوڑ کر آئی تھیں۔ اس روز گھر آکر بھی میں اور رومی ریان کی باتیں کر رہے تھے یوں ہی چھوٹی چھوٹی لایعنی باتیں مثلاً یہ کہ ریان کی ٹیچر اچھی ہیں۔ ریان کی کلاس میں وہ گلابی گلابی سی بچی بہت کیوٹ ہے جو سب سے آگے بیٹھی تھی۔ اس دن گھر میں جتنی بار بھی ریان سے سامنا ہوا وہ ہمیں دیکھ کر مسکرا دیا جواباً ہم بھی مسکرا دیے اس شام مما سے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

''مما میں ریان کو ہوم ورک کروا دوں۔''

مما اس وقت ٹی وی لاؤنج میں کھڑی بیا سے کوئی بات کر رہی تھیں، انہوں نے ایک نظر مجھے دیکھ کر سر ہلا دیا۔ اس روز مجھے یہ دوسری خوشی ملی تھی سات سال سے میں اور رومی ہی ایک دوسرے کے دوست تھے ریان ہمیشہ ہم سے دور مما کے پاس ہی رہا تھا۔ مما کے اجازت دینے کے بعد میں بھاگی ہوئی مما کے کمرے میں گئی تھی اور ریان کا بیگ کندھے پر لٹکا کر اور ریان کا ہاتھ یوں احتیاط سے تھام کر اپنے کمرے میں لائی تھی جیسے وہ کانچ کا گڈا ہو۔ رومی اپنے بیڈ پر بیٹھی رنگین تصویروں والی بک دیکھ رہی تھی۔ میرے ساتھ ریان کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے حیران ہوئی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی سنہری آنکھیں چمکنے لگیں تھیں وہ بھی ریان کو اپنے کمرے میں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"ممانے کہا ہے میں ریان کو ہوم ورک کروادوں۔" میں نے خوش ہو کر روی کو بتایا اور اسے اپنے بیڈ پر بٹھا کر بہت انہماک سے ہوم ورک کروایا۔

اس نے ہوم ورک ختم ہی کیا تھا کہ مما اسے لینے آگئیں۔

"ریان تم ٹھیک ہو بیٹا تھک تو نہیں گئے چندا؟" مما نے بے چینی سے پوچھا اور ریان نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"مما کیا اب ریان ٹھیک ہو گیا ہے؟ کیا اب وہ روز سکول جائے گا؟"

روی نے پوچھا تھا اور مما سر ہلا کر چلی گئی تھیں۔ اس رات میں نے بڑے خوبصورت خواب دیکھے تھے مما، پپا، ریان، روی، بیا اور میں ساری رات خوابوں میں خوبصورت باغوں میں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے گھومتے پھرے تھے۔

ریان کو جلدی تھک جاتا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی زردی رہتی تھی لیکن وہ باقاعدگی سے سکول جاتا تھا اور پہلے روز کی طرح میں اس کا خیال رکھتی تھی۔ گھر آ کر ہوم ورک کرواتی تھی یہ سال میرے لیے بڑا خوشگوار تھا۔ اس ایک سال میں میں بہت خوش رہی تھی بیا بھی کہتی تھیں کہ میں اب بہت کم سوال کرتی ہوں ورنہ پہلے تو سوال کر کر کے ان کا ناک میں دم کر دیتی تھی اور اس پورے سال میں ایک بار بھی میں نے بیا سے مما کی کوئی شکایت نہیں کی ورنہ دس پندرہ دن بعد میں بیا سے ضرور کہتی تھی۔

"بیا مما مجھ سے پیار سے نہیں کرتی بالکل بھی نہیں۔ مجھے لگتا ہے میں مما کی سگی بیٹی نہیں ہوں وہ میری Step Mother ہیں۔ ہیں ناں بیا! آپ کو بھی ایسا لگتا ہے ناں؟"

اور بیا پیار سے میرا رخسار چھو کر کہتی۔ "تم بالکل پاگل ہو سوی! جیا پریشان رہتی ہے ریان کی طرف سے اور اس کا دھیان ہر وقت اسی کی طرف لگا رہتا ہے نا۔"

لیکن بیا کے سمجھانے کے باوجود پتا نہیں کیوں میرا دل سمجھتا ہی نہ تھا۔

"کیا تھا بیا اگر اللہ تعالیٰ مجھے مما کے بجائے آپ کی بیٹی بنا دیتا۔"

"اب بھی تو تم میری بیٹی ہو نا!"

بیا مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیتیں۔

"ہاں وہ تو ہے لیکن"

میں پھر کوئی بات ڈھونڈ لیتی پتا نہیں میں کیا چاہتی تھی لیکن اس ایک سال میں تو میں اتنی مگن رہی تھی کہ میں نے بیا سے ایک بار بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ ہمارا رزلٹ آ گیا تھا میں اور روی اپنی اپنی کلاس میں فرسٹ آئے تھے اور ریان سیکنڈ آیا تھا۔ اب وہ ٹو میں روی تھری میں اور میں آٹھویں میں آ گئی تھی۔ ریان کی کامیابی پر مما نے مجھے گلے سے لگا کر پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ریان کی کامیابی کا سہرا سوی کے سر ہے۔ سوی نے اس کے ساتھ بہت محنت کی ہے۔"

اس روز مما نے روی اور ریان کے ساتھ مجھے بھی گلے لگا کر میری پیشانی چومی تھی اور پپا اپنے ساتھ ہمیں گھمانے لے گئے تھے۔ ہم نے آئسکریم کھائی تھی۔ کے ایف سی کا چکن کھایا تھا اور پیپسی پی تھی اور ریان کے اصرار پر میٹھے پان بھی کھائے تھے۔

رات کو بیڈ پر لیٹتے ہوئے میں نے یہ عہد کیا تھا کہ اب کبھی میں مما کی بیا سے شکایت نہیں کروں گی، بیا سچ کہتی ہیں کہ مما میری اپنی اصلی والی مما ہیں، بس ریان اور روی چھوٹے ہیں نا اس لیے مما ان سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ مما نے مجھے کبھی مارا نہیں تھا ڈانٹا نہیں تھا۔ میرے اور روی کے ڈریسز ایک ہی شاپ سے آتے تھے۔ ہم ایک ہی سکول میں پڑھتے تھے گھر میں بھی کوئی ایسا امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا پھر بھی جانے کیوں میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ مما مجھ سے اتنا اور اس طرح پیار نہیں کرتی جس طرح اور جتنا وہ روی اور ریان سے کرتی ہیں لیکن اس رات اپنی پیشانی کو انگلی سے چھو کر مما کے ہونٹوں کے لمس کو کتنی ہی بار اپنی پیشانی پر محسوس کرتے ہوئے میں نے اعتراف کیا تھا۔ کہ مما کو مجھ سے بھی اتنا ہی پیار ہے جتنا روی اور ریان سے۔ اس رات میں خوشیوں کے پنڈولے میں جھولتی گہری نیند میں کھو گئی تھی لیکن شاید میری خوشیوں کو خود میری نظر لگ گئی تھی صبح چار بجے

کے قریب بیا نے میرے دروازے پر دستک دی تھی اور ساتھ ہی بلایا تھا۔

''سومی۔۔۔۔سومی بیٹا دروازہ کھولو۔''

میں نے سمجھا تھا شاید صبح ہو گئی ہے میں آج دیر تلک سوتی رہی ہوں اور بیا کو مجھے جگانا پڑا ہے۔میں نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا تھا بیا پریشان سی کھڑی تھی۔

''سومی رات سے ریان کی طبیعت بہت خراب ہے اسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی ہے ہم ریان کو ہاسپٹل لے کر جا رہے ہیں جیناں کو میں نے کہہ دیا ہے وہ اپنے کوارٹر سے آکر ادھر لاؤنج میں لیٹ گئی ہے۔بھائی کے لیے دعا کرنا ابھی سو جاؤ صبح ناشتہ کر لینا۔''

میں پریشان سی ہو کر باہر نکل آئی۔مما بری طرح رو رہی تھیں اور بیا نے ریان کو اٹھایا ہوا تھا میرے آنسو بہنے لگے میں مما سے لپٹ گئی۔

''مما میں بھی چلوں گی۔''مما نے آہستگی سے مجھے الگ کر دیا۔

''بیا میں نے آپ سے کہا بھی تھا اس وقت اسے مت جگاؤ صبح اٹھے گی تو جیناں بتا دے گی اسے۔''

بیا نے مجھے سمجھایا کہ میں جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤں لیکن میں وہاں ہی کھڑی رہی جب تک وہ سب باہر نہ چلے گئے اور جیناں لاؤنج کا دروازہ بند کر کے کارپٹ پر لیٹ گئی پھر صبح تک مجھے نیند نہ آئی۔

''یا اللہ ریان کو کچھ نہ ہو۔''میں مسلسل دعا کر رہی تھی اور پھر ریان اگلے دن تک ہاسپٹل میں رہا۔مما مسلسل اس کے پاس تھیں بیا بھی کچھ دیر کو دن گھر آ جاتیں تھیں لیکن رات کو وہ گھر پر ہی رہتی تھیں میں نے بیا سے بہت ضد کی تھی کہ وہ ہمیں ہاسپٹل لے چلیں ہم نے بھی ریان کو دیکھنا ہے اور پپا بہت مصروف تھے اور پھر ریان اور مما گھر آ گئے لیکن ریان اور بھی کمزور ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے تھے۔بیا نے ہمیں بتایا تھا کہ مما اور پپا ریان کو انگلینڈ لے کر جا رہے ہیں وہاں اس کا آپریشن ہوگا۔

''کیا یہاں یہ آپریشن نہیں ہو سکتا بیا؟''میں نے پوچھا تھا۔

''ہو تو سکتا ہے لیکن وہاں زیادہ ماہر ڈاکٹر ہیں ناں جیا یہاں آپریشن کرواتے ہوئے ڈرتی ہے اور سچ بھی ہے یہاں ڈاکٹر آپریشن تو کر لیتے ہیں لیکن آپریشن کے بعد کوئی احتیاطی تدابیر نہ خود اختیار کرتے ہیں اور نہ بتاتے ہیں۔''

پھر سب تیاریاں مکمل ہو گئیں یہاں تک کہ ان کا انگلینڈ جانے کا دن آ گیا اس دوران ریان کا دو تین بار سانس اکھڑ گیا تھا اور اسے ہاسپٹل لے جانا پڑا تھا لیکن پھر ایک دو روز بعد وہ گھر آ گئے تھے۔

جس روز مما پپا اور ریان نے جانا تھا میں اور رومی نے بیا سے کہہ کر سکول سے چھٹی کر لی تھی اور بیا کے ساتھ ایئر پورٹ پر گئے تھے۔دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے مما نے بیا سے مل کر رومی کو پیار کیا اور بھائی کے لیے دعا کرتے رہنا کو کہا تھا لیکن وہ میرے پاس نہیں آئی تھی اور نہ ہی انہوں نے مجھے کچھ کہا تھا حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ مما مجھے بھی اس طرح پیار کریں اور تب بیا نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر میری پیشانی چومی تھی۔دایاں ہاتھ میرے گرد حائل کیے ہوئے بائیں ہاتھ سے انہوں نے میرے رخسار پر بہتے آنسو پونچھے تھے۔

''رونا نہیں بیٹا!بس بھائی کی صحت اور زندگی کے لیے بہت دعائیں کرنا۔پھر انہوں نے پاس کھڑی رومی کے گرد اپنا بایاں بازو حائل کر کے اسے بھی اپنے ساتھ لگا لیا۔

''رومی!بیٹے بہن کو تنگ نہیں کرنا اور بھائی کے جلدی اچھا ہو جانے کی دعا کرنا۔

رومی نے سر ہلا دیا اور تب ہی مما کی انگلی تھامے کھڑے ریان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے میں نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لپٹا کر خوب پیار کیا تھا پھر وہ چلے گئے گھر میں یکدم ہی اداسی اتر آئی تھی۔ہر چیز اداس اور خاموش لگ رہی تھی مما اور پپا تین ماہ وہاں رہے تھے پہلے پندرہ دن مختلف ٹیسٹ ہوتے رہے اور پھر آپریشن ہو گیا لیکن کچھ ایسی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں کہ انہیں رکنا پڑا پپا کا فون آتا تھا اور بیا ہمیں بتاتی رہتی تھیں کہ وہ اب ٹھیک ہے اب بہتر ہو رہا ہے اور ہم بھی کبھی کبھی پپا سے بات کر لیتے تھے ان

تین ماہ میں میرے اندر ایک خاص طرح کا احساس ذمہ داری پیدا ہو گیا تھا گو بیا بھی تھیں لیکن میں سمجھتی تھی کہ رومی کا ہر طرح سے خیال رکھنا میرا فرض ہے۔ وہ میری بہن ہے اور مما یہاں نہیں ہیں شاید انہی دنوں میرے اندر اس کے لیے ممتا جیسا جذبہ پیدا ہوا تھا میں اس کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا دھیان رکھتی تھی اس کا ہوم ورک مکمل ہے۔ رات کو جیناں نے اسے دودھ کا گلاس دیا ہے یا نہیں، اس کا یونیفارم استری کیا جوتے پالش کیے وغیرہ اور خود رومی تو ہر وقت میرے ارد گرد رہتی تھی حتیٰ کہ میں واش روم جاتی تو وہ بیڈ سے اٹھ کر واش روم کے دروازے پر کھڑی رہتی تھی۔ شاید وہ مما پپا کے چلے جانے کے بعد خود کو غیر محفوظ محسوس کرتی تھی حالانکہ گھر میں ملازم چوکیدار جیناں اور اس کا میاں جو ڈرائیور تھا ایک لڑکا قاسو اور سب سے بڑھ کر بیا تھیں جو مما پپا کے جانے کے بعد اپنے پورشن سے ہمارے پورشن میں آ گئی تھیں شروع کے چند دن تو میرے بیڈ روم کے ساتھ والے بیڈ روم جسے ہم گیسٹ روم کہتے تھے سوتی رہی پھر میری اور رومی کی ضد پر وہ ہمارے بیڈ روم میں آ گئی تھیں رومی میرے بیڈ پر میرے پاس ہی سو جاتی اور بیا دوسرے بیڈ پر پاس ہی سو جاتی تھیں۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم نے تین ماہ میں بیا کے ساتھ بہت انجوائے کیا تھا پہلی بار ہمیں بیا نے کہانی سنائی تو پھر رومی روز ہی فرمائش کرنے لگی میری زندگی کے یادگار دنوں میں سے کچھ دن تھے میں اگرچہ آٹھویں کلاس کی طالبہ تھی لیکن رومی کے ساتھ بیا کے کمبل میں گھس کر اتنے ہی شوق سے شہزادوں، شہزادیوں کی کہانیاں سنتی تھی جتنے شوق سے رومی سنتی تھی۔

ان دنوں بیا نے ہمیں بہت سی کہانیاں سنائی تھیں۔

نیلی داڑھی والا بوڑھا

پائینتی والی سرائے

یہ سب ایسی کہانیاں تھیں جو میں نے کہیں نہیں پڑھی تھیں حالانکہ بچپن سے ہی مجھے کہانیاں پڑھنے کا بڑا شوق تھا اور پپا اکثر مجھے فیروز سنز سے کہانیوں کی کتابیں لا کر دیتے

تھے میں اخبار جہاں کا بچوں کا میگزین بھی لفظ لفظ چاٹ جاتی تھی اپنی ہر برتھ ڈے پر میں پپا سے کہانیوں والی کتابوں کی ہی فرمائش کرتی تھی لیکن جو کہانیاں بیا سنایا کرتی تھیں۔ ان میں بڑی دلربائی تھی۔ چارم تھا۔

لال باغ میں گئی تھی

ہائے میرے انگلی، ہائے میرا ہاتھ

بڑھیا جوان ہوئی

ہوئیاں بابا سوئیاں

بڑھیا جوان ہوگئی

ہوگئی ہوں بابا ہوگئی ہوں

جب رومی دن میں ایک ٹانگ پر اچھلتی ہوئی گاتی تو خود بخود میرے لب بھی ہلنے لگتے تھے۔

ان دنوں میں نے نماز باقاعدگی سے پانچوں وقت پڑھنی شروع کر دی تھی میں نے کبھی نماز نہیں پڑھی تھی لیکن اب جب بیا نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتیں اور ریان کی صحت اور زندگی کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں تو میں سوچتی تھی کہ پپا نے مجھے دعا کرنے کو کہا تھا تو مجھے سمجھ نہیں آتا تھا کہ میں ریان کے لیے کیسے دعا کروں تو مجھے نماز پڑھ کر ریان کے لیے دعا کرنی چاہیے وہ میرا ایک ہی بھائی ہے اور مما کو بہت پیارا ہے یوں میں نے بیا سے پوچھ پوچھ کر کچھ دن نماز پڑھی اور پھر خود ہی پڑھنے لگی اور یہ عادت اب تک نہیں چھوٹی اب بھی باقاعدگی سے پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں۔ بس میرے دل میں ایک خوف سا بیٹھ گیا تھا کہ اگر میں نے نماز پڑھنا اور دعا کرنا چھوڑ دیا تو ریان پھر بیمار ہو جائے گا جب میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوتی تو رومی بھی بیا کا بڑا سا ڈوپٹہ لپیٹے میرے ساتھ کھڑی ہو جاتی میری طرح رکوع اور سجدے میں جاتی میری طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ابھی اسے پوری نماز نہیں آتی تھی لیکن اس نے قاری صاحب سے جو اسے قرآن

پاک پڑھانے آتے تھے کہا کہ وہ اسے جلد از جلد پوری نماز پڑھنا سکھادیں اور پھر حیرت انگیز طور پر اس نے بڑی جلدی جلدی سب یاد کیا تھا حتیٰ کہ دعائے قنوت بھی یاد کرلی تھی وہ اتنی سی عمر میں وہ کام کرنے کی کوشش کرتی تھی جو میں اس عمر میں کر رہی تھی پھر ایک دن پپا نے بتایا کہ مما پپا آرہے ہیں ہم انہیں لینے ایئر پورٹ گئے تھے ریان پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو گیا تھا لیکن پپا نے بتایا تھا کہ اب وہ بالکل ٹھیک ہے اور اس کے دل میں جو سوراخ تھا وہ بھر دیا گیا تھا۔

''پپا وہ کتنا کمزور ہو گیا ہے۔'' میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''ہاں لیکن اب آہستہ آہستہ اس کی صحت ٹھیک ہو جائے گی۔''

پپا نے مجھے تسلی دی۔ گو ریان کی بیماری دور ہو گئی تھی لیکن شاید کمزوری یا احتیاط کے خیال سے مما نے اسے سکول نہیں بھیجا تھا چونکہ یہ ایک پرائیویٹ سکول تھا اس لیے مما نے انتظامیہ سے بات کر لی تھی ریان صرف سمسٹر کا امتحان دینے سکول جاتا تھا اس کی فیس جمع ہوتی رہتی تھی اور گھر میں ٹیوٹر اسے پڑھانے کے لیے آنے لگا تھا مما اسے بہت کم باہر نکلنے دیتی تھیں وہ ہر وقت جیسے اسے اپنی حفاظت کے حصار میں لیے رکھتی تھی یوں ایک بار پھر ریان ہم سے دور ہو گیا تھا

ریان اور روی کی پیدائش کے سات سال بعد اب پہلی بار میں نے مما کے چہرے پر سکون دیکھا تھا لیکن پھر بھی وہ ریان کو اکیلا نہیں چھوڑتی تھیں ہولے ہولے ریان کے رخساروں پر سرخی آنے لگی تھی اس کا جسم بھی بھرنے لگا تھا اور وہ بے حد خوبصورت ہو گیا تھا اور ایکٹو بھی یوں جب میں میٹرک کا امتحان دے کر رزلٹ کا انتظار کر رہی تھی اور روی پانچویں جماعت میں آگئی تھی تو مما نے ایک بار پھر ریان کو سکول میں بھیجنا شروع کر دیا تھا وہ روی سے ایک سال پیچھے تھا فورتھ کلاس میں۔ ان دنوں میں نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ مما کا رویہ میرے ساتھ روکھا اور اجنبی سا ہے اب ریان کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ روی کی طرف بھی توجہ دینے لگی تھیں انہوں نے روی کی طرح کبھی کسی معاملے

میں میری رہنمائی نہیں کی اگر پپا نہ ہوتیں تو ــــــ یہ پپا ہی تھیں کہ جب جب مجھے رہنمائی کی ضرورت ہوئی انہوں نے مجھے گائیڈ کیا آٹھ سال مما سب سے کٹ کر رہی تھیں حالانکہ روی اور ریان کی پیدائش سے پہلے وہ بہت سوشل ہوا کرتی تھیں کلب، پارٹیاں اور جم ــــــ وہ زندگی کو پورا پورا انجوئے کرنے کی قائل تھیں لیکن یہ ریان تھا جس نے ہر ایکٹیویٹی سے انہیں دور کر دیا تھا لیکن اب ایک بار پھر وہ اتنی ہی سوشل ہو گئی تھیں وہ باقاعدگی سے جم خانہ جانے لگی تھیں انہوں نے دو تین این جی اوز بھی جوائن کر لی تھیں اپنے طبقے کی خواتین کے ساتھ مل کر انہوں نے اپنے ایریے میں ایک لیڈی کلب کی بھی بنیاد رکھ دی تھی پپا کو ان کی کسی بھی سرگرمی پر کوئی اعتراض نہیں تھا وہ خود بھی بے حد مصروف رہتے تھے میں نے جب کالج میں ایڈمیشن لیا تو مما نے اچانک ایک دن ناشتے کی ٹیبل پر کہا کہ روی کے لیے الگ روم ہونا چاہیے پپا نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

''کیا ضرورت ہے' دونوں بہنیں ایک ہی کمرے میں ٹھیک ہیں۔''

''یہ غلط بات ہے فصیح صاحب، آپ نہیں دیکھتے روی ہر بات میں سوی کی نقل کرتی ہے۔''

''تو اس میں کیا حرج ہے۔ اس کی اپنی ایک الگ شخصیت ہے اپنی انفرادیت ہے۔''

مما پپا سے بحث کر رہی تھیں۔ جب میں ناشتہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی مجھے کالج سے دیر ہو رہی تھی آج روی اور ریان کے سکول میں چھٹی تھی ان کو ہفتہ اتوار کی چھٹی ہوتی تھی جبکہ مجھے کالج جانا تھا وہ دونوں ابھی سو رہے تھے میں مما پپا کو خدا حافظ کہہ کر چلی گئی لیکن کالج میں بھی میرا ذہن الجھا رہا تھا میں مسلسل روی کے متعلق سوچتی رہتی تھی وہ تو بہت ڈرپوک ہے رات کو اکیلے کیسے سوئے گی اب بھی اکثر آدھی رات کو اٹھ کر میرے بیڈ پر آجاتی ہے۔

''سوی مجھے ڈر لگ رہا ہے میں تمہارے پاس آجاؤں؟''

اس روز میڈم زبیری نے مجھے پہلی بار ڈانٹا تھا پتا نہیں انہوں نے کیا پوچھا تھا

لیکن میں تو اپنے ہی دھیان میں تھی گھر آئی تو رومی منہ بسورے میرے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

''سوی! مما مجھے الگ روم دے رہی ہیں۔'' مجھے دیکھتے ہی وہ بیڈ سے اچھل کر اتر آئی۔

''اچھا ہے اسے اپنی پسند سے ڈیکوریٹ کرنا۔'' میں ہنس دی۔

''نہیں سوی مجھے الگ بیڈروم نہیں چاہیے۔'' وہ منہ بسورنے لگی تھی۔ میں نے اپنے سے پانچ سال چھوٹی بہن کو دیکھا جو اس وقت دس ساڑھے دس سال کی تھی اور میں بھی سولہویں سال میں قدم رکھ چکی تھی لیکن مجھے لگتا تھا جیسے میں اس سے بہت بڑی ہوں اور وہ ننھی سی بچی ہے۔

''لیکن رومی مما چاہتی ہیں اور ہمیں مما پپا کی بات ماننی چاہیے۔''

''لیکن وہ ریان کیوں ابھی تک مما کے بیڈروم میں سوتا ہے؟''

''وہ بیمار ہے نا اس لئے۔'' میں نے اسے سمجھایا۔

''لیکن اب کہاں بیمار ہے موٹو، ہٹا کٹا ہے۔'' اب تو اسے غصہ آ رہا تھا ورنہ اسے ریان سے بہت پیار تھا اور وہ اکثر اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ مما ریان کو ہم سے کھیلنے اور ملنے کیوں نہیں دیتیں ریان ایک بار پھر ہم سے دور ہو گیا تھا کم گو اور خاموش طبع سا ریان ہم دونوں کو ہی بہت اچھا لگتا تھا رومی کے رونے دھونے کے باوجود مما نے میرے ساتھ والا گیسٹ روم اس کے لے سیٹ کروایا تھا بہت خوبصورت شوخ رنگ کے پردے، نیا کارپٹ ڈائننگ ٹیبل، کمپیوٹر، ڈھیروں کھلونوں سے سجا شوکیس۔

رومی نے بیا سے بھی شکوہ کیا تھا تو بیا مسکرا دی تھیں۔

یہ بچوں کے الگ بیڈروم بھی سٹیٹس سمبل ہے جانو اور بیا تو ہمیشہ سے ہی سٹیٹس کانشس ہے۔

رومی تو بیا کی بات نہیں سمجھی تھی لیکن میں سمجھ گئی تھی مما کی سب فرینڈز کے ہاں بچوں کے الگ بیڈروم تھے اور شاید مما بھی چاہتی تھیں کہ ان کے بچے بھی ایسے ہی رہیں

جیسے ان کے طبقے کے دوسرے لوگوں کے بچے رہتے ہیں اور شاید اپنے بیڈ کے ساتھ والا بیڈ روم ریان کے لے سیٹ کر دیا تھا۔

ریان کے بیڈروم میں بھی رومی کے بیڈروم کی طرح ہی مما نے سب سیٹنگ اپنی پسند سے کی تھی جب پہلے روز رومی اپنے کمرے میں سونے کے لیے گئی تھی تو پہلے مجھ سے لپٹ کر یوں روئی تھی۔ جیسے کہیں دور جا رہی ہو اور مجھے بھی اس پر ترس آیا اور بہت دیر سے نیند آئی تھی پڑھنے میں بھی دل نہ لگا تھا بار بار یہی خیال آتا رہا کہ اگر رومی رات کو ڈر گئی تو اور پتا نہیں رات کا کون سا پہر تھا شاید دو بجے تھے جب دستک سے میری آنکھ کھل گئی اور ساتھ ہی رومی کی مہین سی آواز آئی۔

''سوی یہ میں ہوں پلیز دروازہ کھولو۔''

اور میں نے تقریباً بیڈ سے چھلانگ لگا کر دروازہ کھولا تھا باہر رومی کھڑی تھی ہولے ہولے کانپتی ہوئی۔۔۔

''سوی مجھے ڈر لگ رہا ہے میں یہاں سو جاؤں تمہارے پاس۔''

اور میں اسے اندر لے آئی تھی اور اس کے بعد بھی اب تک وہ یونہی کرتی ہے اکثر رات کو مما کے سونے کے بعد میرے کمرے میں آ جاتی ہے حالانکہ اب وہ خود کالج کی طالبہ ہے ابھی اسی سال اس نے کالج میں ایڈمیشن لیا ہے پھر بھی وہ بالکل بچوں جیسی لگتی ہے مجھے معصوم اور بھولی بھالی سی۔ لو دس سال کی بچی' میں بھی اس کی ہر بات ہر چیز کا اس طرح خیال کرتی ہوں جیسے پہلے کرتی تھی کیونکہ مما کے پاس تو اب بھی وقت نہیں ہوتا اب تو وہ پہلے سے بھی زیادہ مصروف رہتی ہیں پچھلے تین سال سے وہ قومی اسمبلی کی ممبر ہیں ایم این اے بننے کے بعد سے تو ان کی مصروفیت دگنی ہو گئی ہے اب تو اکثر اسلام آباد چلی جاتی ہیں اور دو دو ہفتے وہ نہیں آتیں اسمبلی کے اجلاس ہوتے رہتے ہیں یہ اجلاس کیوں ہوتے ہیں؟

ایک بار حسان نے کہا تھا ''یہ اسمبلیاں اور یہ اجلاس کرتے کراتے تو کچھ نہیں ہیں ملک انہیں مسائل سے دوچار ہے جن سے پچاس سال پہلے تھا بلکہ اب تو کرپشن اور بھی

بڑھ گئی ہے۔"

اب یہ اسمبلیاں کچھ کریں یا نہ کریں اجلاس تو ہوتے ہی رہتے ہیں اور مما کو بھی اس دوران اسلام آباد رہنا پڑتا ہے اور مما کے اس طرح اسلام آباد جانے کا سب کو ہی فرق پڑا تھا پاپا جو پہلے چھ سات بجے تک گھر آجاتے اب لیٹ آتے تھے۔ میں رومی اور بیا تنہائی محسوس کرتے ہیں لیکن سب سے زیادہ فرق ریان کو پڑا ہے وہ مما کی اس مصروف زندگی کی وجہ سے بہت اکیلا اور تنہا ہو گیا ہے ہم سے تو وہ کبھی بے تکلف نہیں رہا سوائے کلاس کے ایک سال کے لیکن مما جو ہر وقت اپنے پروں کے نیچے دبائے رکھتی تھیں اب اپنی بے تحاشا مصروفیات اور اسلام آباد جانے کی وجہ سے اس پر زیادہ توجہ نہیں دے سکتیں نتیجتاً وہ اکیلا ہو گیا ہے بلکہ وہ بہت پہلے ہی اکیلا ہو گیا تھا جب مما ابھی ایم این اے نہیں بنی تھیں تب ہی اس کا شیڈول کچھ اس طرح بن گیا تھا کہ مما کے ساتھ باتیں شیئر کرنے کا اسے بہت کم بلکہ وقت ملتا ہی نہیں تھا۔ ساتویں جماعت سے ہی سکول میں اولیول کرنے والے بچوں کی تیاری شروع ہو جاتی تھی اور مما چاہتی تھیں کہ وہ اولیول اور اے لیول کر کے باہر پڑھنے کے لیے جائے۔ سکول سے آکر کھانا کھا کر وہ گھنٹہ بھر آرام کرتا تھا پھر اس کا ٹیوٹر آجاتا تھا جو آرٹس کی تیاری کرواتا وہاں سے تقریباً سات بجے آتا تھا اس وقت مما گھر پر نہ ہوتیں جم یا کسی این جی او کی میٹنگ میں شرکت کے لیے گئی ہوئی ہوتیں۔ زیادہ تر یہ وقت ان کا جم جانے کا ہوتا تھا اور جب مما گھر آتیں تو وہ سونے کے لیے جا چکا ہوتا یوں مما سے کبھی کبھار ہی اس کی تفصیلی ملاقات ہو پاتی تھی۔ صبح ڈرائیور ہم تینوں کو اکٹھے لے کر جاتا تھا پہلے ان دونوں کا سکول آتا تھا میں بالکل پپا کی طرح ان کی پیشانی چوم کر خدا حافظ کہتی اور رومی کو ریان کا خیال رکھنے کی تاکید کرتی تھی حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر ڈرائیور مجھے کالج میں ڈراپ کرتا تھا پتا نہیں کیا بات تھی میں جب سے کالج میں آئی تھی مما کے رویے کو زیادہ محسوس کرنے لگی تھی یا زیادہ باشعور کہ مجھے شدت سے محسوس ہوتا تھا کہ مما مجھ سے بالکل بھی محبت نہیں کرتیں ناشتے کی ٹیبل پر، کھانے کی میز پر یا ٹی وی لاؤنج میں ان کے

ساتھ بیٹھے ہوئے میں نے بارہا محسوس کیا تھا کہ مما کی جو نظر رومی اور ریان کی طرف اٹھتی ہے اس میں مامتا اور محبت کے رنگ ہوتے ہیں اور جب وہ میری طرف دیکھتی ہیں تو مجھے لگتا تھا جیسے ان کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو اور نظریں ہر احساس سے خالی بلکہ کبھی کبھی تو مجھے ان کی نظروں میں بڑی سخت سی سرد مہری محسوس ہوتی تھی پتا نہیں ایسا کیوں تھا اور میں ایسا کیوں سوچتی تھی ایک بار پھر میں بچپن کی طرح سوچنے لگی تھی کہ شاید میں مما کی سوتیلی بیٹی ہوں۔

تب ایک روز جب میں بیا کے گھٹنے پر سر رکھے لیٹی تھی اور رومی مما کے ساتھ شاپنگ کے لیے گئی ہوئی تھی وہ جانا نہ چاہتی تھی اور اس نے دو تین بار کہا کہ مما سومی کو ساتھ لے چلیں لیکن مما نے انکار کر دیا تھا۔

"برتھ ڈے تمہاری اور ریان کی ہے سومی کی نہیں اور تمہارے لیے شاپنگ کرنا ہے۔"

"لیکن مما ہماری برتھ ڈے پر سومی کو بھی نیا ڈریس پہننا ہوگا۔"

رومی کبھی کبھی مما سے بحث کرنے لگتی۔

"تو!"

مما نے بھنویں اچکا کر مجھے دیکھا تھا۔

"مجھے سومی کا ماپ معلوم ہے اور تم ہر سال بڑھ رہی ہو اور پھر بیا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے سومی ان کے پاس رہے گی۔"

اور مما کے جانے کے بعد میں بیا کے پاس آگئی تھی اور اب بیا کے گھٹنوں پر سر رکھے پوچھ رہی تھی۔

"بیا کیا آپ کو یقین ہے میں مما کی سگی بیٹی ہوں؟"

اور بیا نے مجھے بچپن کی طرح یقین دلایا تھا کہ میں مما کی سگی بیٹی ہوں لیکن پتا نہیں کیوں میں متذبذب تھی اور کھوج میں تھی ایک روز میں نے مما کی شادی کی البم پر ان کی

شادی کی تاریخ دیکھی تھی میری پیدائش سے آٹھ برس پہلے کی۔ پپا صحیح کہتی تھیں کہ ان کی شادی کے آٹھ برس بعد پیدا ہوئی تھی پھر کیا تھا ایسا کہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں وہ نہیں جو روی ہے۔شاید میں اتنی بڑی نہیں ہوئی ہوں کہ رویوں کو صحیح طرح سے Judge کرسکوں شاید ایسا ہی ہوتا کہ کسی بچے سے والدین کو زیادہ لگاؤ نہ ہوتا ہو اس کے علاوہ تو کچھ ایسا نہیں تھا جو ثابت کرتا کہ میں مما پپا کی سگی بیٹی نہیں ہوں میں بہترین کالج میں پڑھ رہی تھی مجھے زندگی کی ہر سہولت میسر تھی ایسا نہیں تھا کہ مما میرے لیے کسی گھٹیا شاپ سے یا کمتر بوتیک سے شاپنگ کرتی ہوں سب صحیح تھا شاید پھر میں ہی اتنی سمجھدار نہیں تھی شاید میں خوابوں کی دنیا میں رہتی تھی میں نے خود کو سمجھا لیا تھا اور مما کے رویے کو محسوس کرنا چھوڑ دیا تھا پھر بھی کبھی کبھی ایسی بات ہو جاتی تھی کہ میرا دل بجھ جاتا جیسے اندر کی ساری روشنیاں گل ہو گئی ہوں جب روی نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور کالج میں ایڈمیشن لینا تھا تو مما نے پوچھا تھا۔

''روی تم کون سے سبجیکٹ رکھ رہی ہو؟''

''وہی جو سوی کے ہیں۔''

''وہاٹ!''

مما بلند آواز سے بولی تھیں۔

''پاگل ہو گئی ہو تم، یہ مشورہ تمہیں سوی بیوقوف نے دیا ہے۔''

''نو مما! میرا اپنا خیال ہے۔''

''نہیں، تم بائیو، کیمسٹری اور فزکس رکھو تمہیں ڈاکٹر بننا ہے۔''

''لیکن مما مجھے ڈاکٹر نہیں بننا، میں وہی سبجیکٹ پڑھوں گی جو سوی پڑھ رہی ہے۔''

ان دنوں میں یونیورسٹی میں سائیکالوجی کے پہلے سال میں تھی۔ ہمارے فائنل ایگزام ہونے والے تھے روی کا احتجاج جاری رہا لیکن مما مان ہی نہیں رہی تھیں۔

''میری خواہش ہے یہ پپا۔''

پپا کے سمجھانے پر کہ وہ ضد چھوڑ دیں انہوں نے کہا تھا بہت پہلے میں نے سوچا تھا میری بیٹی ہوئی تو میں اسے ڈاکٹر بناؤں گی اگر بیٹا ہوا تو وہ انجینئر بنے گا اور میں جو پپا کی وارڈ روب صاف کر رہی تھی یکدم سن ہو گئی تھی جب میں نے فرسٹ ایئر میں ایڈمیشن لیا تھا تو مما نے تب تو ایسی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی تھی اور نہ ہی میرے سبجیکٹ کے سلسلے میں کوئی انٹرسٹ ظاہر کیا تھا ورنہ اگر مما مجھ سے کہتی تو میں ضرور پری میڈیکل لے لیتی میں نے تو بس یوں ہی اپنی مرضی سے سبجیکٹ سلیکٹ کیے تھے حالانکہ میری ٹیچر نے مجھے کہا تھا کہ میں نے اتنے اچھے نمبر لیے ہیں تو مجھ پری میڈیکل میں جانا چاہیے لیکن چونکہ میری فرینڈ نائید نے سائیکالوجی اور انگلش رکھی تھی تو میں نے بھی یہی سبجیکٹ رکھ لیے تھے اس روز پھر میرا ذہن بکھرا بکھرا سا رہا تھا اتنے سالوں بعد اب جبکہ میرے اپنے خیال میں میں کافی میچور ہو چکی تھی اور یونیورسٹی میں میرے ٹیچرز اور ساتھی میری ذہانت اور سمجھ کی بہت تعریف کرتے تھے اور اس روز بہت سالوں بعد میں نے مما کے جانے کے بعد پپا سے شکوہ کیا تھا۔

''پپا کیا میں مما کی بیٹی نہیں ہوں اور کیا مما مجھ سے نہیں کہہ سکتی تھیں کہ میں ڈاکٹر بنوں۔'' اور پپا کے پاس تو ہر سوال کا جواب موجود ہوتا تھا۔

''جانو جب تم نے کالج میں ایڈمیشن لیا تھا ان دنوں جیا پریشان بھی بہت رہتی تھی ریان کی وجہ سے۔ گو ریان کا کامیاب آپریشن ہو گیا تھا وہ صحت مند بھی ہو رہا تھا پھر بھی اس کا دھیان اس کی طرف لگا رہتا تھا اور میں نے بظاہر پپا کی بات مان لی تھی کہ شاید ایسا ہی ہوگا اور روی سے کہا تھا کہ وہ پری میڈیکل میں جائے لیکن روی نے صاف انکار کر دیا تھا۔

''مجھے ڈاکٹر بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔''

مما اگرچہ روی سے کافی ناراض ہوئی تھیں لیکن پپا نے روی کا ساتھ دیا تھا۔تم زبردستی کرو گی تو وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے گی اور اب ماشاءاللہ اپنی کلاس میں فرسٹ آتی ہے مما انہی دنوں اسلام آباد چلی گئی تھیں ورنہ شاید وہ ضد کرتیں یوں روی بھی میری طرح

سائیکالوجی اور فلاسفی وغیرہ پڑھنے لگی تھی اس کے بعد پھر شاید مما نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی دراصل ان کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا تھا اسلام آباد سے گھر آتیں تو یہاں بھی پارٹیاں، ڈنر، لنچ، فلاں این جی او، فلاں کلب۔ گھر میں تو کم ہی نظر آتی تھیں لیکن جب سے روی کالج جانے لگی تھی اکثر گھر میں بھی کوئی ڈنر پارٹی ارینج کر لیتی تھیں اور گھر میں ہونے والے فنکشنز میں ہم بھی شریک ہوتے تھے کئی بار میرا جی چاہتا تھا میں ان فضول پارٹیوں میں نہ جاؤں لیکن محض روی کی وجہ سے شامل ہو جاتی روی بہت پر جوش ہوتی تھی۔

''چلو نا سوی، مما نے کہا ہے۔'' اور وہاں کئی ستائش بھری نظریں ہماری طرف اٹھتیں مجھے روی کے ساتھ الگ تھلگ بیٹھے ہوئے بھی محسوس ہوتا رہتا کہ ہم بہت ساری نظروں کے حصار میں ہیں۔

''سچ مسز فصیح احمد آپ بہت لکی ہیں اتنی پیاری بیٹیاں اور بیٹا نہ صرف پیارے بلکہ ذہین۔'' کوئی کہتا اور پھر کسی کی آواز کانوں میں پڑتی۔

''میں تو کہتی ہوں بیٹا خواہ کیسا بھی ہو چل جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بیٹی دے تو خوبصورت ہو اور تم اس معاملے میں بھی خوش نصیب ہو دونوں بیٹیاں اتنی خوبصورت ہیں کہ بندہ ایک بار مبہوت ہو جاتا ہے۔'' اور یہ سچ بھی تھا روی اور میں 'ہم دونوں ہی خوبصورت کہلائے جا سکتے تھے روی کا رنگ مجھ سے تھوڑا فیئر تھا لیکن میرا کمپلیکشن بھی بہت اچھا تھا۔ نائمہ تو کہتی تھی یار اگر تم کسی کی طرف نظر بھر کے دیکھ لو وہ وہیں پٹ سے گر جائے۔

اور کئی بار میں نے آئینے میں خود کو دیکھا تھا اور سوچا تھا میں خوبصورت تو نہیں ہوں پھر مما۔۔۔۔۔۔؟ خواتین کی تعریف پر مما ایک تفخر بھری نظر روی اور مجھ پر ڈالتی تھیں اور وہ نظر مجھے جیسے مہینوں خوش رکھتی تھی۔ لیکن آج۔۔۔۔ آج مما نے یہ کیا کہا تھا اور کیا ہوا تھا میں نے یاد کرنے کی کوشش کی مما کو گئے کتنی دیر ہو گئی تھی لیکن میں ابھی تک اسی طرح ساکت بیٹھی تھی۔ میرا ذہن بالکل خالی خالی تھا ہاں آج صبح یونیورسٹی میں جب میں لائبریری کی طرف ایک خاص کتاب کی تلاش میں جا رہی تھی کہ بالکل اچانک حسان نے مجھے پیچھے سے

آواز دی۔

''سمعیہ۔۔۔ سمیعہ احمد!''

میں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ یہ حسان تھا میرے ہی ڈیپارٹمنٹ کا، بائے نیچر وہ دوسرے لڑکوں سے خاصا مختلف تھا پورے ڈیپارٹمنٹ میں اس کا کوئی گہرا دوست نہ تھا لیکن وہ سب کا دوست تھا نائمہ علی کے والد کو کینسر ہوا تو اس نے دن رات شوکت خانم ہاسپٹل کے چکر لگائے۔ مراد چوہدری بیمار پڑا تو بھی۔ اس نے کبھی اپنے کاموں کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا تھا لیکن کبھی کوئی کسی مشکل میں گرفتار ہوتا تو وہ بڑی خاموشی سے کسی کو کوئی احساس دلائے بغیر اس کی مدد کو موجود ہوتا وہ ڈیپارٹمنٹ کا سب ذہین لڑکا تھا لیکن اسے شاید اس کا احساس نہ تھا نہ غرور نہ فخر وہ بے حد عام انداز اپنائے رکھتا تھا۔ سانولا سا، خوبصورت آنکھوں والا، پانچ فٹ گیارہ انچ قد کا سمارٹ سا حسان اپنی نیچر کی وجہ سے مجھے پسند تھا ان دو سالوں میں چند ہی بار میری اس سے بات ہوئی تھی اور میں اس کی گفتگو سے ہمیشہ کسی نہ کسی انداز میں متاثر ہوئی تھی وہ مشہور سرجن محسن رضا کا بیٹا تھا وہ ہارٹ اسپیشلسٹ تھے۔ کارڈیالوجی میں ان کا ایک نام تھا اس کے تین بڑے بھائی اور ایک بہن بھی ڈاکٹر تھی لیکن وہ سب سے چھوٹا تھا اس نے میڈیکل لائن اختیار کرنے کے بجائے سائیکالوجی پسند کی تھی۔

''دراصل آج کا انسان جسمانی سے زیادہ روحانی بیماریوں میں مبتلا ہے اس کی روح بیمار ہے۔''

ایک بار وہ کسی سے کہہ رہا تھا۔

''جسمانی بیماری کے علاج کے لیے بہت سے قصائی موجود ہیں اپنے فن میں ماہر ہیں۔ تم اپنے بھائیوں اور ڈیڈ کو بھی قصائی کہہ رہے ہو۔'' مخاطب شاید افضل منہاس تھا۔

''ہاں اس میں کیا حرج ہے اگر وہ قصائیوں والا کام کر رہے ہیں تو قصائی کبھی اس بات پر شرمندہ نہیں ہوتا اگر اسے قصائی کہا جائے۔''

وہ یوں تو بہت کم گو تھا لیکن جب بولتا تو مخاطب کو لاجواب کر دیتا۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ جتنے بھی ڈاکٹر ہیں قصائیوں والا کام کرتے ہیں بیچارے مریض کو چیر پھاڑ کر پھر اس چیر پھاڑ کی قیمت وصول کرتے ہیں اور اس سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔"

اور افضل منہاس شاید یہ پوچھ کر کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کی طرح ڈاکٹر کیوں نہیں بنا، پچھتا رہا تھا لیکن میں ان کے پیچھے بیٹھی اس کی گفتگو سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"روح کو دیمک چاٹ رہی تھی ہزاروں بیماریاں لگی ہیں اس لیے میں نے سوچا کہ مجھے نفسیات پڑھنا چاہیے۔"

"لیکن سائیکاٹرسٹ بننے کے لیے تو ایم بی بی ایس کی ڈگری چاہیے۔"

"ہاں، میں سائیکالوجسٹ بننا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے ڈیڈ نے اجازت دے دی؟"

"ڈیڈ" وہ ہولے سے ہنسا۔

"وہ تو ابھی تک ناراض ہیں اور میں ان سے کہتا ہوں ان کی روح بھی بیمار ہے ساری اولاد کو ڈاکٹر بنانے کا کریز بیماری ہی تو ہے ناں، باجی بیچاری کو ڈاکٹر بنانے کے لیے انہیں کیا کیا جتن کرنے پڑے۔ پریکٹیکلز کے نمبر لگوائے جا رہے ہیں پیپروں کے پیچھے بھاگا جا رہا ہے۔"

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

حسان نے پوچھا تو میں نے بتایا کہ لائبریری جا رہی ہوں۔

"چلو مجھے بھی ایک کتاب لینی ہے۔" حسان ایسا لڑکا نہیں تھا جو لڑکیوں سے لفٹ لینے کے لیے بہانے بناتے ہوں۔ سو میں نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"تم نازمہ شیرازی کو جانتی ہو سمیعہ؟"

"نازمہ شیرازی!" میں نے چلتے چلتے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا نام کچھ سنا ہوا سا لگتا ہے۔

"ناظمہ شیرازی"

اس نے جیسے زیر لب کہا۔

"خبروں میں خاصی ان رہتی ہے تمہیں یاد نہیں آ رہا ابھی پچھلے دنوں اس کے متعلق اخباروں میں آیا تھا کہ عرب امارات اور کئی دوسرے ممالک میں جو لڑکیاں اغواء کر کے بھیجی جاتی ہیں اور جو لوگ اس گھناؤنے کاروبار میں شامل ہیں ان میں ایک ناظمہ شیرازی بھی ہیں۔"

"اور مجھے ایک دم یاد آیا تھا۔ ہاں اس سلسلے میں ان کے پارلر کا نام بھی آیا تھا بڑا مشہور بیوٹی پارلر ہے اس کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ وہاں کمروں میں خفیہ کیمرے لگے ہوئے ہیں جب لڑکیاں۔۔۔"

"ہاں ہاں وہی پھر لڑکیوں کو بلیک میل کیا جاتا ہے اور۔۔۔۔"

حسان نے میری بات کاٹ دی تھی۔

"پھر کیا ہوا اس کا، ناظمہ شیرازی کا؟"

میں نے حسان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا ہونا تھا اس کا بیوٹی پارلر آج بھی اتنا ہی مقبول ہے۔ بہت لمبے ہاتھ ہیں اس کے، بہت اوپر تک رسائی ہے دو چار اخباروں میں چھپتا رہا پھر خود ہی معاملہ ختم ہو گیا یہ ہی نہیں بلکہ وہ جو بنگلہ دیشی لڑکیوں کی خرید و فروخت کا اسکینڈل مشہور ہوا تھا اس میں بھی یہ ناظمہ شیرازی ملوث تھیں شروع شروع میں اخباروں میں اس کا نام آیا پھر غائب ہو گیا۔"

اس سے میں نے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا۔

یہ حسان آخر مجھے ناظمہ شیرازی کے متعلق کیوں بتا رہا ہے اور مجھے بھلا اس ناظمہ شیرازی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

"یہ جو ناظمہ شیرازی ہے نا' اس کا تعلق راولپنڈی کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے اس کا باپ ایک غریب مزدور ہے اور وہ شاید آج بھی وہاں اسی گاؤں

میں مزدوری کرتا ہے کیونکہ جب ناظمہ شیرازی نے شہر میں اپنی پسند سے شادی کر لی تو اس نے اپنی بیٹی سے قطع تعلق کر لیا تھا سنا ہے ناظمہ پنڈی کے کسی کالج میں پڑھتی تھی اور ہوسٹل میں رہتی تھی اور اپنی کسی سہیلی کے بھائی سے اس نے شادی کر لی تھی یہ شادی زیادہ کامیاب نہیں ہوئی لیکن اس شادی سے ناظمہ کو یہ فائدہ ہوا تھا کہ تعلقات بڑے لوگوں، افسروں سے ہو گئے تھے کیونکہ اس کا خاوند کسی گورنمنٹ کے ادارے میں افسر تھا۔'' وہ بات کرتے کرتے رک گیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

''طلاق کے بعد وہاں ہی اس نے ایک ایرانی لڑکے شیرازی سے شادی کر لی جو ایرانی سفارت خانے میں ملازم تھا لیکن دو سال بعد اس سے بھی طلاق لے لی یا اس نے طلاق دے دی لیکن وہ اب بھی خود کو ناظمہ شیرازی ہی کہلواتی ہے۔''

اس نے ایک گہری سانس لی۔

''وہ ناظمہ شیرازی جس کے پاس کبھی ہوسٹل میں ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہوتے تھے جو کبھی کبھی گاؤں آنے کے کرائے کے پیسے اپنی روم میٹ سے ادھار لیتی تھی اور جس کا مزدور باپ نہ جانے کیسے محنت کر کر کے یہ قرض اتارتا تھا اور اس کے اخراجات پورے کرتا تھا۔ شیرازی سے طلاق لینے کے بعد وہ لینڈ کروزر میں بیٹھ کر اپنے گاؤں گئی تھی لیکن اس کے ماں باپ نے اس کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا انہی دنوں اس نے ایک این جی او جائن کر لی جسے یہودیوں کی طرف سے ایڈ ملتی ہے آج بھی وہ اس این جی او کی کرتا دھرتا ہے غریب ہونا کوئی جرم نہیں ہے لیکن وہ غریب لڑکی آج ڈیفنس میں رہتی ہے اس کے پاس ایک لینڈ کروزر نہیں کئی گاڑیاں ہیں اس کے پورچ میں بیک وقت تین تین گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔''

''تو!''

میں نے اسے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

''تو سوچنے کی بات یہ ہے سمعیہ احمد کہ یہ اچانک اتنی دولت اس کے پاس کیسے

آئی۔''

''ظاہر ہے کسی غلط ذریعے سے ہی آئی ہو گی لیکن ہمیں اس سے کیا؟''

''ہاں ہمیں کیا لیکن۔۔۔۔''

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر کھوجتی ہوئی نظر مجھ پر ڈالی۔

''یہ آج کل تم اکیلی کیوں آتی ہو پہلے تو تمہاری بہن بھی تمہارے ساتھ ہوتی تھی؟'' اس نے ایک دم ہی موضوع بدل لیا تھا۔

روی اور میں اکٹھے ہی گھر سے نکلتے تھے اور ڈرائیور مجھے ڈراپ کر کے روی کو اس کے کالج چھوڑنے چلا جاتا ہے ایک دوبار روی میرے ساتھ اندر یونیورسٹی میں بھی آئی تھی اور میں نے اس کا تعارف اپنے ڈیپارٹمنٹ کے طلباء سے کروایا تھا۔

''دراصل روی کے پیپرز ہونے والے ہیں فرسٹ ایر کے اور انہیں ایک طرح سے فری کر دیا گیا ہے وہ صرف ایک دو پیریڈ کے لیے جاتی ہے کسی ٹیچر نے انہیں کہا ہوا ہے شاید کچھ لیسن رہ گئے ہیں اس لیے وہ دس گیارہ بجے جاتی ہے ڈرائیور چھوڑنے اور لینے جاتا ہے۔''

میں اب اندر ہی اندر الجھنے لگی تھی مجھے کتاب ایشو کروانی تھی اور وہ بڑے مزے سے لائبریری کی دیوار سے ٹیک لگائے یوں کھڑا تھا جیسے اگلے چند گھنٹے تک اس کا وہاں سے ٹلنے کا کوئی ارادہ نہیں۔

''میرے بڑے بھائی کا ڈرائیور چھٹی پر ہے اور دو دن سے میں اپنی بھتیجی کو کالج سے پک کرنے جا رہا ہوں وہ وہاں اسی کالج میں پڑھتی ہے جہاں روی۔''

وہ بے حد سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہا تھا اب کے میں چونکی تھی آخر وہ کیا کہنا چاہتا ہے اور اتنی دیر سے کہہ کیوں نہیں پا رہا۔

''فار گاڈ سیک حسان تمہیں جو کہنا ہے کہہ ڈالو۔''

''سمیعہ میں نے روی کو دیکھا تھا وہ کالج سے نکل کر ناظمہ شیرازی کی گاڑی میں

بیٹھ رہی تھی میں نے سمجھا تھا شاید تم ہو گی لیکن جب ناظمہ شیرازی نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو میں نے خود کو یقین دلایا کہ شاید یہ لڑکی رومی نہیں کوئی اور ہو، لیکن کل مجھے یقین آ گیا کہ وہ رومی ہی تھی میں نے اپنی بھتیجی سے پوچھا تھا کہ یہ لڑکی، کیا نام ہے اس کا۔ میری کلاس فیلو کی بہن ہے نام یاد نہیں آ رہا تو اس نے بتایا تھا اس کا نام رومی ہے۔"

میں نے حسان کی بات پورے دھیان سے سنی تھی میں ان دنوں اپنی پڑھائی میں بزی تھی فائنل ایگزام سر پر تھا اور شاید میں رومی کی طرف سے غافل ہو گئی تھی آخر میرے اور رومی کے درمیان اتنی دوری کب آئی تھی کہ رومی نے مجھے ناظمہ شیرازی کے متعلق نہیں بتایا تھا۔

"یہ ناظمہ شیرازی اچھی عورت نہیں ہے سمیعہ تم جانتی ہو نا اور تمہاری بہن بہت انوسینٹ ہے۔"

میں نے حسان کے خلوص کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"کس بات کا شکریہ، احمق لڑکی تمہاری بہن کیا میری بہن نہیں ہے یقین کرو میں کل سے بےکل اور بے چین تھا۔"

اور پھر میں وہاں رکی نہیں تھی اور گھر آتے ہی میں نے رومی سے پوچھا تھا۔

"یہ ناظمہ شیرازی کون ہے اور تمہاری اس سے دوستی کب ہوئی، کیسے جانتی ہو تم اسے؟"

وہ اس وقت میرے ہی کمرے میں میرے ہی بیڈ پر کتابیں پھیلائے بیٹھی تھی۔

"کون ناظمہ شیرازی؟"

وہ حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھی شاید پہلی بار میں اس سے اس طرح اونچی آواز میں بات کر رہی تھی۔

"وہ ہی جس کی گاڑی میں تم بیٹھ کر گھر آئی ہو۔"

"وہ تو کرن کی کزن ہیں۔ کرن میری کلاس فیلو ہے نا، پرسوں میں ڈرائیور کا

انتظار کر رہی تھی پھر کرن نے مجھے زبردستی بٹھا لیا اور وہ نازو آپی تو بہت اچھی ہیں بہت کیوٹ سی اور انہوں نے مجھے کہا تھا کل میں تمہیں ڈراپ کر دوں گی ڈرائیور کو منع کر دینا۔"

"اور تم نے منع کر دیا کیوں؟ اور تم کتنا جانتی ہو اس عورت کو، کہ اعتبار کر کے اس کی گاڑی میں بیٹھ گئیں وہ تمہیں اغوا کر لیتی، لے جاتی کہیں تو' جانتی ہو وہ کون ہے؟ اور میں تمہیں اتنا بےوقوف نہیں سمجھتی تھی۔"

"مگر سوی۔۔۔"

روی کی آنکھیں یکدم آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں تھی میں نے بھلا کب اس سے اس طرح بات کی تھی اس لہجے میں۔

"چپ کرو بیوقوف لڑکی!"

میں نے اسے ڈپٹا تھا یونیورسٹی سے گھر آنے تک میں جس قدر خوف اور وحشت میں مبتلا رہی تھی یہ بلند آواز اور ڈانٹ ڈپٹ اسی وحشت کا نتیجہ تھی اور یہی وہ لمحہ تھا جب مما کمرے میں داخل ہوئیں تھیں وہ غالباً رات کو ہی کسی وقت اسلام آباد سے لوٹی تھیں بیا نے مجھے بتایا تو تھا کہ ڈرائیور کو ایئرپورٹ بھیجا ہے مما رات نو بجے کی فلائٹ سے آ رہی ہیں میں نے مڑ کر مما کی طرف دیکھا تھا میں مما کو بتانا چاہتی تھی روی کی بیوقوفی، لیکن مما کی آنکھیں تو غصے سے سرخ ہو رہی تھی اور وہ ایک دم چیخی تھیں۔

"تم۔۔۔ تم روی کو ڈانٹ رہی تھی تمہیں جرات کیسے ہوئی اسے کچھ کہنے کی۔۔۔"

اور مما روی کو لے کر چلی گئیں اور میں ان کے جانے کے کتنی دیر بعد سوچ رہی تھی مما نے اس طرح کیوں کہا میں نے مما کے الفاظ کو کتنے ہی معنی پہنائے اور پھر خود ہی رد کر دیے اور بے بسی سے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"بیا ضرور جھوٹ بولتی ہیں میں مما کی بیٹی ہرگز نہیں ہوں، ضرور مما نے مجھے کسی سے لیا ہے شاید میں بیا کی بیٹی ہوں اور بیا نے مجھے بہن کی گود میں ڈال دیا ہو۔"

ایک لمحہ کو خیال آیا تھا لیکن نہیں مما نے کہا تھا میں روبی کی نوکر، ملازم ہوں تو کیا میں کسی ملازم کی بیٹی ہوں اور اس نے اپنی وفا نبھانے کے لیے مجھے مما کو دے دیا تھا میں نے گھر میں موجود سب ملازموں کا دل ہی دل میں جائزہ لیا لیکن کوئی ایسا نہیں تھا کہ جو اس تجزیئے پر پورا اترتا ہو جیناں مجھ سے آٹھ سال ہی بڑی ہوگی چوکیدار اور مالی۔۔ اوں ہوں، کوئی بھی نہیں۔۔۔ میں الجھتی رہی روتی رہی پتہ نہیں کتنی ہی دیر گزر گئی تھی جب روبی نے ڈرتے ڈرتے میرے کمرے کا دروازہ کھولا لیکن یہ محسوس کر لینے کے باوجود کہ وہ روبی ہوگی میں نے گھٹنوں سے سر نہیں اٹھایا۔

"سومی!"

روبی نے آہستہ سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔

"تم رو رہی ہو Sorry میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔" میں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"روبی کیا تم میری بہن نہیں ہو کیا میں تمہاری اپنی نہیں ہوں کیا میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی ڈانٹ نہیں سکتی؟"

"تم میری بہن ہو، مما سے زیادہ میری اپنی ہو اور تم مجھے ڈانٹ ہی نہیں مار بھی سکتی ہو۔"

وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے بھی اسے لپٹا لیا اس کا بھلا کیا قصور اس نے تو کچھ بھی نہیں کہا تھا وہ تو خود میرے ڈانٹنے پر سہم گئی تھی۔

"Sorry روبی میں بہت پریشان ہو گئی تھی جب مجھے پتا چلا تھا مجھے بہت ڈر لگا تھا نا اس لیے بس۔۔۔"

میں نے اسے ساری بات سمجھا دی تھی۔

روبی نے بتایا تھا مما پارلر گئی ہیں اور وہ مجھے کھانے کے لیے بلانے آئی تھی بیا بلا رہی ہیں۔

"لیکن مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔ میں نے یونیورسٹی میں برگر کھا لیا تھا۔"

میں نے اسے بہلا کر واپس بھیج دیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے چندا۔" بیا کھانے کے بعد میرے کمرے میں آئی تھیں۔

"جی!"

میں نے کمبل سے منہ باہر نہیں نکالا تھا لیکن انہوں نے کمبل ہٹا کر میری پیشانی پر ہاتھ رکھا کہیں ٹمپریچر تو نہیں ہو گیا اور پھر میری بھیگی پلکیں اور گیلے رخسار دیکھ کر وہ چونکیں۔

"سومی کیا ہوا بیٹا جیا نے کچھ کہا؟"

میں ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "بیا۔۔۔ بیا آپ مجھے سچ کیوں نہیں بتا دیتیں میں کون ہوں اگر مما کی بیٹی ہوں تو مما نے یہ کیوں کہا؟"

"جیا نے اس طرح کہا۔ پاگل ہے وہ۔"

لمحہ بھر کے توقف کے بعد بیا نے کہا تھا آج پہلی بار بیا نے مجھ سے نگاہیں چرائی تھیں۔

"وہ بچپن سے ایسی ہی ہے غصے میں بلا سوچے سمجھے بولتی چلی جاتی ہے بغیر مفہوم و معانی پر غور کیے اور جب سے ایم این اے منتخب ہوئی اس کا دماغ اور خراب ہو گیا ہے اور تم پریشان نہ ہو تم بڑی ہو نا تو شاید تم سے زیادہ توقع رکھتی ہے وہ چاہتی ہے کہ وہ گھر پر نہیں سو تم روبی اور ریان کا محبت سے خیال رکھا کرو شاید اس لیے۔"

بیا نے خود کو سنبھال لیا تھا اور پہلے کی طرح مجھے سمجھا رہی تھیں لیکن آج بیا کی باتیں مجھے مطمئن نہیں کر رہی تھیں کچھ تھا جو بے چین کر رہا تھا بیا مجھے سمجھا بجھا کر چلی گئیں عصر کی اذان ہو رہی تھی لنچ عموماً ظہر کے بعد ہی ہوتا تھا پاپا اور مما تو لنچ پر ہوتے نہیں تھے اور بیا ہمارے کالج، یونیورسٹی سے آ جانے کا انتظار کرتی تھیں آج کل دن چھوٹے تھے کھانا کھاتے عصر ہو جاتی تھی بیا کے جانے کے بعد بھی میں یوں ہی کمبل اوڑھے سوئی رہی اور روبی مجھے سویا

سمجھ کر بیا کی طرف چلی گئی تھی شاید۔۔۔۔ایسا کم کم ہوتا تھا کہ ہم سب افراد کھانے پر اکٹھے ہوتے اور جس روز ایسا ہوتا تو میں اور رومی بہت خوش ہوتے تھے ٹیبل پر پپا کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور پھر کھانے کے بعد کچھ دیر ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہوئے حالات حاضرہ پر ڈسکس کرنا یہ سب مجھے بہت اچھا لگتا تھا اس وقت ہم ایک مکمل پرسکون اور خوشحال گھرانے کا تاثر دے رہے ہوتے تھے جس کا ہر فرد ایک دوسرے کا دوست ہو اور ہر فرد ایک دوسرے سے محبت کرتا ہو اور یہ غلط نہیں تھا مما کی سرد مہری اور ریان کی کم گوئی کے ہوتے ہوئے بھی ہم ایک محبت کی زنجیر میں بندھے ہوئے تھے اور ایسی ہی ایک رات میں میں نے اس گھر اور ماحول کو ''شہر محبت'' کا نام دیا تھا میں اس وقت پپا کے بالکل پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی انہیں چلغوزے چھیل کر دے رہی تھی اور رومی بالکل میرے ہی انداز میں چلغوزے چھیل کر مما کر کبھی پپا کو کبھی ریان کو دے رہی تھی۔

''ارے تم دونوں خود بھی تو کھاؤ نا۔''

پپا کا سارا دھیان ٹاک شو کی طرف تھا لیکن پھر اچانک ہی انہوں نے میری طرف دیکھا تھا ان دنوں میں کالج میں فورتھ ایر میں تھی اور رومی نائنتھ میں اور ریان سیونتھ میں اور لمبا ہو رہا تھا۔

''پپا دیکھیں نا ریان کتنا لمبا سا ہو گیا ہے۔'' رومی نے پپا کی طرف دیکھا اور ریان جھینپ سا گیا تھا۔

''ماشاءاللہ''

مما کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

''میرا ریان اپنے پپا کی طرح اونچا لمبا ہو گا۔''

''بیا یہ میرا ''شہر محبت'' ہے آج سے ہم اپنے گھر کا نام ''شہر محبت'' رکھ دیتے ہیں۔'' میں نے بیا کے کان میں سرگوشی کی تھی جو میرے بائیں طرف بیٹھی تھیں اور وہ مسکرا دی تھیں۔

''خدا اس ''شہر محبت'' کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔''

انہیں بھی شاید وہ کہانی یاد آ گئی تھی جو انہوں نے ہمیں بچپن میں سنائی تھی وہ شہر جس کا راجہ بہت نیک اور اچھا تھا اور جس نے اپنے ملک کو پھولوں اور عمارتوں سے سجانے کے بجائے اپنی رعایا کو خوشیوں سے مالا مال کر دیا تھا جو لوگوں سے محبت کرتا تھا اور ججز نے کہا تھا کہ اس کا ملک سب سے خوبصورت ہے کہ وہاں نفرت نہیں محبت ہے وہاں بھوک نہیں غربت نہیں غم نہیں دکھ نہیں جبکہ خوبصورت عمارتوں اور خوبصورت باغات والے ممالک میں نفرت ہے بھوک بیماری ہے غم ہیں دکھ ہے اور ججز نے اس کے ملک کو ''شہر محبت'' کا نام دیا تھا اور اس کے محل کے اندر ایک پنجرے میں بند مینا سارا دن گاتی تھی۔

''یہ شہر محبت ہے
اس شہر کے لوگوں میں
نفرت نہیں پلتی ہے
اس شہر کے باسی سب
ایک پھول کی پتیاں ہیں
اک ہار کی لڑیاں ہیں
یہ شہر محبت ہے''

رومی بھی مسکرا دی تھی۔

''ہاں بیا یہ ''شہر محبت'' ہے۔''

اور اسے تو عادت تھی میری ہر بات دہرانے کی۔ پپا اور ریان سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھ رہے تھے۔ تب بیا نے بتایا تھا اس کہانی کے متعلق اور پپا نے ایک متشکر سی نظر بیا پر ڈالی تھی۔

''میرے بچوں خصوصاً رومی اور سومی نے ممتا کا اصل ذائقہ آپ کی گود میں چکھا ہے اگر آپ نہ ہوتیں تو یہ ممتا کے کئی رنگوں اور ذائقوں سے محروم رہ جاتیں۔'' تب اس روز

کم گوریان نے گلہ کیا تھا۔

''مما آپ نے تو مجھے کوئی کہانی نہیں سنائی۔''

'' چندا مجھے تو کوئی کہانی آتی ہی نہیں تم پپا سے سن لیا کرو۔''

اس روز جیسے بنا کہے یہ اظہار ہو گیا تھا کہ ہم اپنے گھر کا نام ''شہر محبت'' رکھیں گے بہت سارے گھروں۔ کے باہر نام لکھے ہوتے ہیں اور بہت سارے گھر ایسے ہوتے ہیں جن پر کوئی نام نہیں ہوتا اور میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کسی گھر کی پیشانی پر نام کیوں لکھا ہوتا ہے شاید ایسا ہی کوئی لمحہ ہوتا ہے جب خود بخود کوئی نام تجویز پا جاتا اور پپا نے بھی گھر کے دروازے پر چند روز بعد ''شہر محبت'' کی نیم پلیٹ لگوا دی تھی اس نام نے اتنا فیسی نیٹ کیا تھا پپا کو۔

اور اس روز اپنے رومز کی طرف جاتے ہوئے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے میں اور رومی بلند آواز میں گا رہی تھی۔

یہ شہر محبت ہے
اس شہر کے باسی سب
اک پھول کی پتیاں ہیں
اک ہار کی لڑیاں ہیں

میں بی اے فائنل کی طالبہ تھی اور چند دنوں کے بعد میرے ایگزام ہونے والے تھے اور اس کے چند دنوں بعد میں نے یونیورسٹی چلا جانا تھا اور اپنے کمرے کی طرف جاتے اونچا اونچا گاتے ہوئے میں نے اپنے پیچھے پاپا کی آواز سنی تھی وہ اپنے بیڈروم کی طرف جاتے ہوئے مما سے کہہ رہے تھے۔

''بالکل بچیاں ہیں دونوں، ان دونوں کے دم سے کتنی رونق ہے ہمارے شہر محبت میں۔۔۔'' پاپا کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی تھی اور میری آواز غیر ارادی طور پر بلند ہو گئی تھی۔

''یہ شہر محبت ہے۔''

لیکن اب میں کمبل میں منہ دیے سوچ رہی تھی کہ کیا واقعی یہ میرا شہر محبت ہے کیا اس پر میرا کوئی حق ہے یا مجھے کہیں اور سے لا کر اس شہر میں رکھا گیا ہے اس روز میں نے نہ عصر کی نماز پڑھی نہ مغرب کی۔ مغرب کے بعد مجھے رومی نے اٹھایا تھا۔

''سومی اٹھو نا!''

میں خاموشی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تم نے کھانا بھی نہیں کھایا جیناں سے کہوں کہ تمہیں چائے بنا دے؟''

''ہاں!'' میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا کیونکہ میرا سر درد سے پھٹ رہا تھا منہ ہاتھ دھو کر چائے پی کر میں کتابیں کھول کر بیٹھ گئی تھی لیکن کیا میں واقعی پڑھ رہی تھی لفظ جیسے کتابوں کے صفحوں پر ساکت ہو گئے تھے اور سماعتیں وہی الفاظ دہرا رہی تھیں زہر میں بجھے الفاظ۔ رومی مجھے پڑھتے دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی کیونکہ مما گھر پر تھیں اور وہ رومی کا ہر وقت میرے پاس گھسے رہنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

میں رات بھی کھانے کے لیے نہیں گئی تھی۔ جیناں بلانے کے لیے آئی تو میں نے بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر دیا تھا کیا واقعی مجھے بھوک نہیں تھی یا میں مما پر اپنی ناراضگی ظاہر کر رہی تھی۔ کیا میں چاہتی تھی کہ مما اپنے لفظوں کی سنگینی پر غور کریں اور مجھے منا لیں مجھے گلے سے لگا لیں اور کہیں۔۔۔ کیا کہیں۔۔۔ کچھ ایسا جو اندر کی ساری تشنگی کو چوس لے روح تک میراب کر دے۔

رومی نے اندر جھانکا تھا۔

''سومی تم نے صبح بھی کھانا نہیں کھایا تھا پلیز آ جاؤ نا۔'' وہ مجھ سے پانچ سال چھوٹی تھی اور میں نے یا پپا نے کبھی اسے آپی یا باجی کہنے کو کہا بھی نہیں تھا مجھے ایسے ہی اچھا لگتا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے ابھی چائے پی ہے نا، دل نہیں چاہ رہا۔'' میں نے اپنے لہجے کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی تھی۔

''تھوڑا سا۔''

"نہیں میری جان، ضد مت کرو۔"

اوراس میں ضد کرنے یا بحث کرنے کی عادت تو تھی ہی نہیں وہ سر جھکائے چلی گئی لیکن وہ اداس تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ مما کی ڈانٹ سے میں ابھی تک آزردہ ہوں۔

اوراس کے بعد بیا چہرے پر تشویش لیے آئیں۔ میں نے پتا نہیں ان کے کندھوں پر پیچھے کیا جھانکنے کی کوشش کی تھی۔ کیا میں چاہتی تھی کہ مما مجھے منانے آئیں۔

"تمہارے لیے دودھ اور سلائس بھجوادوں؟"

"نہیں بیا کچھ بھی جی نہیں چاہ رہا۔" میں نے کتاب سے نظریں نہیں اٹھائیں تھیں۔

"اچھا میں جیناں کو کہتی ہوں کہ دودھ میں اوولٹین ڈال کر دے جائے گی۔"

"بیا کو آپ کو پتا ہے مجھے دودھ اچھا نہیں لگتا۔"

"لیکن ایسے خالی پیٹ سوجاؤ گی دن کو بھی کچھ نہیں کھایا۔"

"بیا وہ میں نے بتایا تھا نا یونیورسٹی میں برگر کھالیا تھا۔" لیکن وہ بیا تھیں انہوں نے میری بات کا یقین نہیں کیا تھا، رتی بھر بھی نہیں۔ وہ جانتی تھیں مجھے اور رومی کو کینٹین سے الابلا کھانے کی عادت نہیں ہے۔

"کھانے سے نہیں روٹھتے میری جان اور جیا کو میں سمجھاؤں گی۔" میں خاموش ہی رہی تھی بیا واپس چلی گئیں تھیں کھانے کے کمرے سے مجھے ہلکی ہلکی باتوں کی آواز آرہی تھی میں آج ایک خوبصورت منظر کا حصہ نہیں بن سکی تھی گھر کے سب افراد کھانے پر ہوں یہ ایک ایسا لینڈ اسکیپ ہے جو میرے ذہن کے کینوس پر بہت خوبصورت رنگوں کے ساتھ ابھرتا تھا۔

مما کی اونچی آواز ایک بار میرے کانوں میں آئی تھی۔

"بیا یہ آپ نے ہی اس کے نخرے اٹھا کر اسے بگاڑ دیا ہے۔"

شاید نہیں یقیناً مما نے میرے متعلق کہا ہے اور کیا میں بگڑی ہوئی تھی۔ میں نے

سوچا میری اب تک کی زندگی میں کچھ بھی ایسا نہیں تھا جس سے میں سمجھتی کہ بیا کی محبت نے مجھے بگاڑ دیا ہے بیا کی محبت نے تو ہمیں سنوارا اور بنایا ہی تھا۔ پپا کو شاید مما نے یا بیا نے یا رومی نے کچھ کہا تھا کہ وہ کھانے کے بعد میرے کمرے میں چلے آئے تھے ایسا تو بہت کم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے کمرے میں آتے پتا نہیں اب بیا یا رومی نے یا مما نے کیا کہا تھا پپا سے، میں نہیں جانتی۔

"پپا آپ!"

میں یکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پھر میں نے انہیں بوکھلا کر سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام! آج ہماری بیٹی کی طبیعت کچھ خراب ہے؟"

"نہیں پپا، بس یوں ہی۔" میں نے نظریں جھکا لیں تھیں آنکھیں ایک دم جلنے لگی تھیں اور آنسو باہر نکلنے کو بے تاب تھے۔

"ماں باپ تو بچوں کو ڈانٹتے ہی رہتے ہیں تو کیا بچے ان سے ناراض ہوجاتے ہیں۔" پپا محبت سے مجھے تکتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے میں ابھی تک کھڑی تھی۔ نظریں جھکائے۔

"چلو میں تمہاری مما کی طرف سے Sorry کرتا ہوں۔"

"نہیں پپا نہیں۔" میرے ہونٹ کپکپائے تھے۔

میرے پپا دنیا کے سب باپوں سے زیادہ شفیق اور محبت کرنے والے تھے شاید انجانے میں، میں نے ان کے دل کو تکلیف دی تھی میں کیسے ان سے Sorry کروں میرے ہونٹ لرز رہے تھے اور آنکھیں آنسو برسانے کو بیتاب۔

"ہاں بیٹا آج بہن کو کیوں ڈانٹا تھا تم نے یقیناً اس نے کچھ بہت غلط کیا تھا نا؟"

گویا مما نے پپا کو سب کچھ بتا دیا تھا میں نے یکدم سر اٹھا کر ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھے اور سب کچھ پپا کو بتا دیا۔

"آپ بتائیں نا پپا! کیا مجھے رومی کو منع نہیں کرنا چاہیے تھا کہ وہ ناظمہ شیرازی

جیسی عورتوں سے دور رہے وہ تو اتنی معصوم سی ہے اسے کیا پتا اور آپ تو جانتے ہیں پپا کہ وہ کیسی عورت ہے اور اخباروں میں اس کے متعلق کیا چھپتا رہتا تھا گو کہ وہ ہر اسکینڈل سے خود کو صاف بچا لیتی ہے۔"

میں بات کرتے کرتے پپا کے پاس ہی کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی اور میں نے اپنے ہاتھ پپا کے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔ گہری سوچ میں ڈوبے بہت دھیان سے مجھے سنتے ہوئے پپا ایک دم چونکے تھے۔

"ہاں تم نے صحیح کیا تھا سوی اور تم بڑی ہو نا تمہیں ہی روی کا خیال رکھنا ہے ہر برائی سے روکنا ہے تمہاری مما تو اتنی مصروف رہتی ہیں کہ ان کے پاس تو کسی کے لیے وقت ہی نہیں حتیٰ کہ ریان کے لیے بھی نہیں۔" ان کے لہجے میں افسردگی تھی پھر وہ یکدم چونکے تھے۔

"اور یہ حسان کون ہے؟" وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"پپا! حسان میرے ساتھ ہی پڑھتا ہے۔" اب میں حسان کے متعلق بتا رہی تھی ہر وہ بات جو میں جانتی تھی اور پپا کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

"پپا وہ کہتا ہے ہمارا معاشرہ سڑ رہا ہے اس میں بساند پیدا ہو گئی ہے اس لیے کہ لوگوں نے صرف جسموں کو دیکھنا شروع کر دیا ہے اور روح میں جھانکنا چھوڑ دیا ہے اس لیے روحوں کو طرح طرح کے آزار چمٹ گئے ہیں اور کوئی ان آزاروں کا علاج نہیں کرتا کسی کو رشوت کی بیماری ہے اور کسی کو ہوس چاٹ رہی ہے کسی کو اعلیٰ عہدوں اور بڑی سیٹوں کی ٹی بی ہو گئی ہے۔"

پپا کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ ابھری۔ "کسی دن حسان سے ملواؤ نا، ویسے اس کے ڈیڈی سے تو اچھی سلام دعا ہے میری۔" پھر وہ مجھے نہ سوچنے اور دودھ پی لینے کی تاکید کرتے ہوئے چلے گئے تھے جو ابھی جینا ان ٹیبل پر رکھ کر گئی تھی میں نے ٹرے پر نظر ڈالی تھی دو سینڈوچ بھی پڑے تھے میرے پسندیدہ چکن سینڈوچ، جو یقیناً پپا نے اپنے ہاتھ سے

بنائے ہوں گے میرا دل پپا کی محبت پر سرشار ہو گیا پپا کے ہاتھوں کا شفیق لمس ابھی بھی مجھے اپنے سر پر محسوس ہو رہا تھا جو جاتے جاتے انہوں نے میرے سر پر رکھا تھا۔

"تم میری بہت سمجھدار اور پیاری بیٹی ہو مجھے تم پر فخر ہے۔" لفظ اجلے موتیوں کی طرح میری روح کو شانت کر گئے ابھی میں کمرے کے وسط میں کھڑی تھی کہ روی چپکے سے دروازہ کھول کر اندر آ گئی اور اتنے ہی چپکے سے اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ہاتھوں میں پلیٹیں تھیں۔

"یہ بروسٹ ہے۔ پپا نے باہر سے منگوایا ہے ایک نیا ریسٹورنٹ کھلا ہے بہت اچھا ہے۔ کھا کر دیکھو نا۔" اس نے پلیٹیں سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں تھیں اور یہ کھیر ہے تمہیں پسند ہے نا میں تھوڑی سی لے آئی ہوں۔" اس نے بالکل اسی انداز میں آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔

"اور ہاں دروازہ بند نہ کرنا۔ مما سو گئیں تو میں آ جاؤں گی۔" جب سے وہ الگ کمرے میں گئی تھی صرف چند ہی راتیں ایسی تھیں جب وہ وہاں سوئی تھی میں عجیب سے احساسات میں گھری کھڑی ٹیبل پر رکھے ہوئے دودھ، سینڈوچ، بروسٹ اور کھیر کو دیکھ رہی تھی جب آہٹ پر میں نے مڑ کر دیکھا دروازے پر اونچا لمبا ریان کھڑا تھا۔

"تمہاری طبیعت خراب ہے۔ تمہیں کیا ہوا ہے سوی؟" اس کے چہرے پر اجنبیت تھی لفظ بھی اپنائیت سے خالی تھے لیکن میں نے اپنائیت کی گرمی سے محروم ان لفظوں میں اس کا دل دھڑکتا محسوس کیا میں نے اس محبت کو ان سپاٹ لفظوں سے جھانکتے پایا جو بظاہر کہیں نہیں تھی نہ اس کی آنکھوں کے خالی پن میں نہ چہرے کے سپاٹ انداز میں نہ لہجے میں۔

"مجھے تھوڑا سا فلو ہو گیا تھا، آ جاؤ نا۔"

"نہیں میں اب سونے لگا ہوں۔ ٹیک کیئر!" وہ اسی طرح واپس پلٹ گیا لیکن میرا دل جیسے سیراب ہو رہا تھا ابھی کچھ دیر پہلے جو ایک اندر صحرا اگ آیا تھا اب وہاں بھی

نخلستان تھے بہتی ندیاں تھیں پانی کے جھرنے تھے دور تک کہیں کوئی تشنگی نہ تھی۔

''یہ میرا شہر محبت ہے۔'' میں گنگنائی۔ یہاں محبت کی فصل اگتی ہے اور یہاں کبھی کسی نے نفرت کاشت نہیں کی۔ میرا جی چاہا کہ رومی آ جائے اور ہم دونوں بہت پہلے کی طرح ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اونچی آواز میں سارے گھر میں گاتے پھریں برآمدے میں لاؤنج میں، لان میں ہر جگہ ''یہ میرا شہر محبت ہے'' اس شہر کے باسی سب اک پھول کی پتیاں ہیں اک ہار کی لڑیاں ہیں، میں گنگناتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی ابھی کچھ دیر پہلے مجھے بالکل بھوک نہیں محسوس ہو رہی تھی لیکن اب میں بہت رغبت سے یوں کھا رہی تھی جیسے نہ جانے کب سے بھوکی ہوں۔ جب کمبل دائیں بازو پر ڈالے رومی میرے کمرے میں آئی تو میں بروسٹ سینڈوچ سب کھا کر اب کھیر کھا رہی تھی۔

''مجھے پتا تھا تمہیں بھوک لگی ہوئی ہوگی۔'' رومی کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ ''اور تم ناراض تھیں نا اس لیے تم نے کچھ نہیں کھایا، پتا ہے میں سارا دن بہت پریشان رہی ہوں اور مجھ سے بالکل پڑھا نہیں گیا۔'' وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اور سومی اب کبھی تم ناراض مت ہونا مجھ سے۔''

''لیکن میں تجھ سے ناراض تو نہیں تھی چندا!''

''لیکن مجھے لگا تھا کہ تم مجھ سے ناراض ہو اور پرومس کہ اب میں ہر بات تمہیں بتاؤں گی اور یہ بھی میں نے تم سے چھپایا نہیں تھا بس مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا یا شاید مجھے اہم ہی نہیں لگا تھا لیکن آج میں نے تمہیں بتانا تھا کہ نازو آپی نے کہا کہ میں گھر سے پوچھ آؤں تو کسی روز وہ مجھے اپنے گھر لے جائیں گی اور مجھے کیا پتا تھا وہ اتنی گندی عورت ہے۔''

''اٹس او کے رومی، میری بھی غلطی تھی نا یوں ڈانٹنا شروع کر دیا۔'' میں نے اسے گلے لگا لیا وہ جلد ہی مطمئن ہو کر سو گئی تھی۔ میں اپنے بیڈ پر آئی تو میرا دل جیسے صحرا بن گیا اور سماعتوں میں مما کے لفظ زندہ ہو گئے ابھی جب میں کھا رہی تھی تو مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا میں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ بروسٹ واقعی ٹیسٹی ہے ایک منفرد سا ٹیسٹ ہے۔ کے ایف سی

کے مخصوص پھیکے پھیکے ٹیسٹ سے الگ اور کھیر بھی بہت اچھی ہے اور سینڈوچ کا تو جواب ہی نہیں کسی نے سچ ہی کہا بھوک زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے چاہیے وہ کسی بھی نوعیت کی بھوک ہو دولت کی، شہرت کی یا پیٹ کی بھوک، جو بھوک بھی آدمی کو گھیر لے اس میں لپٹ کر وہ سب بھول جاتا ہے۔

رات میں بہت دیر سے سوئی تھی اس لیے صبح یونیورسٹی جانا میں نے کینسل کر دیا تھا رومی کو بس دو دن اور مزید کالج جانا تھا اور میں دونوں دن ڈرائیور کے ساتھ ہی رومی کو لینے اور چھوڑنے گئی تھی لیکن اگلے تین دن بھی میں یونیورسٹی نہیں گئی تھی مجھے کھوج سی لگ گئی تھی میں جاننا چاہتی تھی میں کون ہوں پپا کچھ بتانے کو تیار نہ تھیں اور باقی سب صحیح تھا کہیں بھی کوئی جھول نہیں تھا سب واضح اور صاف تھا لیکن مما کے لفظ ان کی نظریں ان کا رویہ کہیں کوئی کڑی ضرور ٹوٹی ہوئی اور گمشدہ تھی جسے مجھے کھوجنا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح میں اپنی اس کوشش میں ناکام رہی تھی مما اسلام آباد چلی گئی تھیں اس دفعہ پپا بھی ان کے ساتھ گئے تھے شاید وہاں ان کا اپنا کوئی کام ہوگا۔ میں نے مما پپا کے بیڈروم کو کھنگال ڈالا کہیں کوئی سراغ نہ ملا تھا مما کی دراز میں میرے بچپن کی ڈھیروں تصویریں ایک چھوٹی البم میں مل گئیں تھیں ایک دن سے لے کر پانچ سال کی عمر کی تصویریں۔۔۔۔ مجھے ادھر ادھر مختلف درازوں سے مل گئی تھیں میری سالگرہ کی تصویریں۔۔۔۔ میں مما کی گود میں تھی اور پپا میرا ہاتھ پکڑے کیک کٹوا رہے تھے میں ایک بار پھر یقین کرنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ مجھے یہاں ہی اسی گھر میں ہونا تھا اور یہ کہ کچھ مائیں ہوتی ہیں ایسی جو سب بچوں سے یکساں پیار نہیں کرتیں پھر پپا کے کاغذات میں سے مجھے اپنا برتھ سرٹیفکیٹ مل گیا شاید مجھے اسی کی تلاش تھی اسے ہاتھ میں لیتے ہوئے میرے ہاتھ ہولے ہولے کانپ رہے تھے ایک لحہ کے لیے میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کتنے ہی لمحے یونہی گزر گئے پھر میں نے آنکھیں کھولیں اور ڈرتے ڈرتے سرٹیفکیٹ پر نظر ڈالی سمیعہ احمد ولدیت کے خانے میں فصیح احمد جگمگا رہا تھا یہ نام اتنا روشن اور اتنا چمکدار مجھے کبھی نہیں لگا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس نام سے سورج کی

کرنیں پھوٹ رہی ہوں یہ سورج میرے نام کے ساتھ جگمگا رہا تھا اور مجھے بھی روشن کر رہا تھا سرٹیفیکیٹ پر ماں کا نام نہیں تھا۔ کاش یورپ کی طرح یہاں بھی ماں کا نام ہوتا تو میرے یقین پر مہر لگ جاتی۔ ایک لمحہ کے لیے میرے دل میں خیال آیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں خود کو لعن طعن کر رہی تھی۔ جائے پیدائش عزیز ہاسپٹل لاہور، یہ پرائیویٹ ہاسپٹل تھا کافی مہنگا اور یہاں صرف امرا ہی جاتے تھے۔ یہ کہ میں کسی چوکیدار یا ملازم کی بیٹی نہ تھی میں نے برتھ سرٹیفکیٹ فائل میں رکھا تھا اور میرے اوپر جیسے پھوار برسنے لگی تھی ایک بار پھر میں اپنی نظروں میں معتبر ہو گئی تھی اب شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مما بھی بس۔۔۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ یہ بیا کے آرام کا وقت تھا روی اپنے ہی کمرے میں پڑھ رہی تھی اس کے پیپرز چند دنوں میں ہونے والے تھے وہ بہت محنت کر رہی تھی میں چپکے سے ان کے بیڈروم کو بند کر کے اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور اگلی صبح میں پورے ایک ہفتے بعد یونیورسٹی گئی تو حسان مجھے ڈیپارٹمنٹ کے باہر ہی مل گیا وہ جتنی تیزی سے میری طرف بڑھا تھا اس نے مجھے ایک لمحہ کے لیے حیران کر دیا۔

''کہاں گئی تھی تم اتنے دنوں سے اور یونیورسٹی کیوں نہیں آ رہی تھی۔ روی کیسی ہے؟ ٹھیک ہے نا وہ۔ ناظمہ شیرازی نے تو۔۔۔'' وہ بات کرتے کرتے خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا مجھے اس کا یہ خلوص اچھا لگا تھا۔ وہ روی کے لیے پریشان تھا۔

''ہاں روی ٹھیک ہے۔ گھر پر رہ کر پڑھائی کر رہی ہے اس کا ارادہ بھی میری طرح ٹاپ کرنے کا ہے اور وہ کرے گی مجھے یقین ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ وہی کیا جو بلی نے کیا ہے۔'' میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''میں اتنا پریشان تھا کہ کہیں خدانخواستہ ناظمہ شیرازی نے روی کو۔۔۔ او گاڈ۔'' اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا مکہ بنا کر بائیں ہاتھ پر مارا۔ ''میں نے تو کتنے ہی چکر روی کے کالج لگا ڈالے تھے اور سوچ لیا تھا کہ خدانخواستہ اگر ناظمہ شیرازی نے روی کے ساتھ کوئی چالاکی کی تو میں اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا پاتال سے بھی کھینچ نکالوں گا اسے۔۔۔ اور میں نے اس کے خلاف ثبوت بھی ڈھونڈنے شروع کر دیے تھے۔''

''حسان تم بھی بس۔'' میں بے اختیار ہنس دی تھی اور وہ مبہوت ہو کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

''میں نے روی کو سب سمجھا دیا ہے۔ دراصل ناظمہ شیرازی کی کوئی کزن پڑھتی ہے نا وہاں۔۔۔''

''کوئی کزن وزن نہیں اس کی، یہ سب ساتھی لڑکیاں ہیں اس کی۔ معصوم لڑکیوں کو پھنسانے کے لیے سکولوں اور کالجوں میں داخل کروا رکھی ہیں اس نے۔۔۔ اور یہ ہماری حکومت آنکھیں بند کر لیتی ہے ایسے لوگوں کے متعلق ایک کان سے سن کر دوسرے کان اڑا دیتی ہے۔''

''حسان تم کیوں نہیں سیاست میں چلے جاتے کسی اونچی سیٹ پر بیٹھ کر ایسے سب لوگوں کا تیا پانچہ کر دینا۔'' میں نے شرارت سے اسے دیکھا تو وہ جھلا گیا۔

''میں اندھا گونگا بہرہ چور بے حس اور ظالم نہیں ہوں سمجھیں، آئندہ یہ مشورہ کسی ایسے بندے کو دینا جس کے سینے میں دل نہیں پتھر دھڑکتا ہو جو انسان نہیں صرف سیاست دان ہو۔''

میں ایک بار پھر ہنس دی۔ ''پتھر نہیں دھڑکتے۔''

''فسومت اور یہ بتاؤ پورا ہفتہ کیوں غائب رہیں تم جانتی ہو کتنے اہم لیکچرز تھے سر فیاض کے اور فیل ہونا ہے تمہیں۔۔۔ چھٹیاں کرنے کا اتنا شوق ہے تو یونیورسٹی میں کیوں آئی تھی گھر ہی بیٹھی رہتیں۔''

وہ مجھے ڈانٹ رہا تھا اور میں سر جھکائے سن رہی تھی اور اس کا ڈانٹنا مجھے اچھا لگ رہا تھا۔۔۔ بہت ہی اچھا۔ پھر بہت سارے دن سرخوشی اور مدہوشی میں گزر گئے۔ روی کے پیپرز ہوئے پھر میں اپنی پڑھائی میں بے حد معروف تھی پھر بھی دل کے کسی کونے میں یہ احساس موجود تھا کہ میرے سارے خوف بے معنی اور بے بنیاد تھے وہ ایک یقین کا دیا جو

کاغذ کے ننھے سے ٹکڑے سے میرے ہاتھ لگا تھا میرا اندر جلتا ہوا روشنیاں پھیلا رہا تھا اور اس روشنی میں وسوسوں کے سارے اندھیرے غائب ہو گئے تھے کبھی کبھی پڑھائی سے تھک کر میں کتابوں سے سر اٹھاتی تو میرا جی چاہتا میں دونوں ہاتھ پھیلائے اپنے شہر محبت میں دوڑتی پھروں اور اس کی خوشبوئیں اپنے اندر اتار لوں۔ یہ میرا اپنا شہر محبت تھا جس میں محبتوں بھری خوش دل ہوائیں چلتی تھیں اور وہ جو کبھی کبھی مجھے لگتا تھا کہ یہ ہوائیں بوجھل اور بے بو ہیں تو یہ میرے اپنے ذہن کا فتور تھا اور کچھ نہیں۔۔۔۔جس روز میرے پیپرز ختم ہوئے میں خوب لمبی تان کر سوئی۔ شام کو جب میری آنکھ کھلی تو باہر ملگجا سا اندھیرا تھا اور روی میرے ہی کمرے میں دوسرے بیڈ پر بیٹھی کچھ پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''او تھینکس سومی تمہارے پیپرز ختم ہوئے۔ میں بے حد بور ہو رہی تھی۔''

''تو اس بوریت کا کیا علاج ہے؟'' میں جو سونے سے بہت فریش ہو گئی تھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''چلو ٹی وی لاؤنج میں جا کر کوئی اچھا سا مووی چینل دیکھتے ہیں۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔

''باہر نہ چلیں کہیں گھومنے۔''

'' Realy سومی!'' اس کی آنکھوں میں حیرت بھری خوشی تھی۔

''تم فٹافٹ تیار ہو جاؤ، میں ریان کو بھی کہتی ہوں ہم تینوں چلیں گے گھومنے شالامار، مقبرہ جہانگیر، شاہی قلعہ یا کہیں بھی۔'' میں نے فورا پروگرام بنا ڈالا۔ روی کی آنکھوں میں پھر حیرت نمودار ہو کر خوشی میں تبدیل ہو گئی وہ اچھل کر بیڈ سے اتری۔

''میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔''

کیا تم کبھی مقبرہ جہانگیر یا شالامار گئی ہو؟'' میں پیپر دے کر باہر نکلی تو درخت سے ٹیک لگائے حسان کھڑا تھا۔

''شاید بچپن میں جب میں سکول پڑھتی تھی ٹیچرز کے ساتھ گئے تھے۔ پپا تو بہت

موڈ میں ہوتے ہیں تو کبھی میکڈونلڈ یا کے ایف سی لے جاتے ہیں یا بہت ہوا تو ایک دو بار فورٹرس سٹیڈیم لے گئے تھے لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟'' مجھے ہنسی آئی۔ حسان کی عادت تھی یونہی کسی بے تکی سی بات سے بات کا آغاز کرتا تھا۔

''یونہی آدمی کو اپنی تاریخ نہیں بھلانی چاہیے اور کبھی کبھی ماضی کے کھنڈرات پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے۔''

''تو یہ رکھا ہی کیا ہے ان سڑی بسی تاریخی عمارتوں میں۔ مرنے والے مر گئے چلو انہوں نے اپنے زمانے میں شاندار عمارتیں بنوائی ہوں گی لیکن اب۔''

یہ نائید تھی جو میرے ساتھ ہی کمرہ امتحان سے باہر نکلی تھی۔

''اللہ کی قسم''

یہ اس کا تکیہ کلام تھا۔ ''میرے چاچا کے سالے کا گھر دیکھو تو آنکھیں کھلی رہ جائیں۔ شاہی قلعہ اس کے سامنے کیا چیز ہے۔''

''لوگوں کو اپنی تاریخ یاد رکھنی چاہیے۔''

یہ حسان تھا جو اسی طرح ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

''جو قومیں اپنے ماضی کی غلطیوں سے سبق نہیں سیکھتی اور اچھائیوں کو اپناتی نہیں وہ جلد ہی زوال کا شکار ہو جاتی ہیں اس لیے مائی ڈیر نائید ماضی سے کبھی واسطہ نہیں توڑنا چاہیے اور تمہیں کیا پتا ان تاریخی عمارتوں میں کتنی کشش اور اسرار ہوتا ہے۔ ویسے کتنا رومینٹک لگتا ہے نا وہاں جا کر کسی کونے میں بیٹھ کر باتیں کرنا۔'' وہ اب مجھے دیکھ رہا تھا۔

''پتا ہے سمعیہ ایک وقت میں جب میں کالج پڑھتا تھا تو میں اکثر مقبرہ جہانگیر چلا جاتا تھا بڑی عبرت ہوتی تھی ایک عجیب سا احساس لپیٹ میں لے لیتا تھا کہ یہ لوگ جو تہہ خاک پڑے ہیں کبھی ان کے نام سے لوگ کانپتے ہوں گے۔ میں ایک طرف اکیلا بیٹھ جاتا تھا اور کہیں کسی درخت کے پاس بیٹھ کر کوئی نہ کوئی جوڑا مدھم سرگوشیاں کر رہا ہوتا تو میں سوچتا تھا کبھی میں بھی یہاں کسی درخت تلے بیٹھ کر کسی پیاری لڑکی سے سرگوشیاں کروں تو کتنا

رومینٹک لگے گا۔ ہیں نا۔"

میں اس کی بے تکی باتوں پر بے ساختہ ہنس دی۔

"تم جانا نا کسی دن مقبرہ جہانگیر اور شالامار۔"

میں نے حسان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن اب ریان کی کمرے کی طرف جاتی ہوئی میں سوچ رہی تھی کیا میں حسان کی باتوں کو اتنی اہمیت دیتی ہوں کہ اس کی بے تکی باتوں کو بھی یاد رکھتی ہوں اور شاید آج کے بعد حسان سے کبھی ملاقات نہ ہو یا شاید کبھی ہو بھی جائے میں نے سوچتے ہوئے ریان کا دروازہ کھولا اندر سگریٹ کی Smell اور دھواں تھا اور ریان آنکھیں موندے صوفے پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

"ریان!"

میں ششدر سی لمحہ بھر اس کے سامنے کھڑی دیکھتی رہی ریان نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہے۔۔۔اور کب سے؟" میرے منہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر لفظ نکلے

"ہاں یہ۔ بس ایسے ہی۔"

ریان نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے سگریٹ کو دیکھا اور اسے ایش ٹرے میں پھینک دیا ایش ٹرے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھرا ہوا تھا۔

یہ کیا ہو گیا تھا اور کب ہمیں پتا بھی نہیں چلا اور پتا نہیں کب سے وہ سگریٹ پی رہا تھا میں نے وہیں کھڑے کھڑے سوچا۔ اور یہ سگریٹ، اف او۔۔اس کی صحت کے لیے کتنے نقصان دہ ہیں مما نے اسے اتنا اپنے قریب کر کے اتنا اکیلا کر دیا تھا تنہا چھوڑ دیا تھا اور ہم نے بھی اس کا خیال نہیں کیا سوچا نہیں اس کے متعلق ہم میں سے کسی نے بھی نہیں۔ ہاں وہ سکول سے آ کر اکیڈمی چلا جاتا تھا اور پھر اکیڈمی سے کہاں ہم نے کبھی پوچھا نہیں تھا اور مجھے مما نے ایک بار کہا تھا جب وہ اسے سکول چھوڑنے گئی تھیں کہ میں یہاں نہیں ہوں گی اور تمہیں اس کا خیال رکھنا ہے تم بڑی بہن ہو اس کی اور مما یہاں نہیں تھیں پپا بھی دیر سے

آتے تھے اور میں نے اف میں نے بھی اس کا خیال نہیں رکھا ریان نے ٹیبل سے سگریٹ کی ڈبیا اٹھا کر سگریٹ نکالا شاید وہ ایک اور سگریٹ پینا چاہتا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔نہیں میرے بھائی نہیں۔۔۔۔" میں نے یکدم لپک کر اس کے ہاتھ سے ڈبیا چھین لی اور وہیں کارپٹ پر دوزانوں بیٹھ گئی میں کیا کہنا چاہتی تھی کیا کہنا تھا مجھے کچھ پتا نہیں تھا میں بس اس کا ہاتھ تھامے انہیں چوم رہی تھی اور رو رہی تھی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا۔ مت کرو ایسا تمہیں پتا ہے نا تمہیں۔ اوہ نہیں رانو میرے بھائی میرے جان میری زندگی۔"

وہ ساکت بیٹھا خالی خالی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"وعدہ کرو۔۔۔وعدہ کرو سگریٹ پینا چھوڑ دو گے۔ کہاں رہتے ہو کن دوستوں کے پاس رہتے ہو۔ کیسے ہیں وہ!" میرے الفاظ میں ربط نہیں تھا لیکن میں بول رہی تھی رو رہی تھی مجھے خود علم نہیں تھا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا میرے اندر سے اس کے لیے محبت کیسے پھوٹ پڑی تھی۔ پھر اس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اس کی لرزتی انگلیوں کو میں نے اپنے رخساروں پر محسوس کیا۔

"مت رو سومی!"

وہ میرے آنسو پونچھ رہا تھا۔

"میں کوشش کروں گا۔"

"رانو۔۔۔میرے بھائی!"

میں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اب میں اس کے خوبصورت بالوں والے سر کو چوم رہی تھی اسکے آئینے پر ضرب پڑی تھی اور وہ نرم ہو رہا تھا میں سمجھ گئی تھی کہ وہ مما کے بعد اکیلا ہو گیا تھا مما تو اسلام آباد سے آ کر بھی اسے وقت نہیں دے سکی تھیں میں اب اسے تنہا نہیں چھوڑوں گی میں خود سے عہد کر رہی تھی میرے رخساروں پر اب بھی آنسو بہہ رہے تھے جب رومی تیار ہو کر ریان کے کمرے میں داخل ہوئی اور پھر حیران سی دروازے کے پاس ہی

کھڑی ہوگئی۔

''کیا ہوا؟''

اس کے لبوں سے کانپتی ہوئی آواز نکلی اس کا چمکتا ہوا چہرہ یکدم بے رنگ ہوگیا تھا

''کیوں رو رہی ہو اور ریان کو کیا ہوا ہے؟'' میں نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''کیا تم لوگ کہیں جا رہے تھے؟'' ریان نے رومی سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ میں اسے ہی لینے آئی تھی ہم نے گھومنے کا پروگرام بنایا تھا ہم نے سوچا تھا آج تاریخی عمارات کی سیر کریں گے دیکھو نا ہم یہاں لاہور میں رہتے ہیں اور ہم ایک بار بھی ان جگہوں پر نہیں گئے سوائے سکول کی ٹیچرز کے ساتھ ایک تعلیمی ٹرپ پر جانے کے۔''

''تو چلو!''

شاید اس نے رومی کی آنکھوں میں چراغوں کو بجھتے دیکھ لیا تھا اور پھر ہم نے بیا کو بھی ساتھ لے لیا تھا بیا کی تو عادت تھی کہ انہوں نے کبھی ہماری بات نہیں ٹالی تھی ہم شالامار گارڈن گئے تھے حسان نے سچ کہا تھا یہاں ایک اسرار تھا ایک سحر تھا جو اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا کبھی ان روشوں پر شہزادے شہزادیاں ٹہلتے تھے اور ان کے آگے پیچھے مور چلتے ہوں گے غلام اور باندیاں۔ حسان نے سچ ہی کہا تھا رومی اور ریان کے چہروں پر بھی خوشی کے رنگ تھے انہیں بھی اچھا لگ رہا تھا ہم نے کرارے چٹ پٹے چنے خریدے تھے مکئی کے بھٹے جو ریت کے بھوبھل میں رکھ کر تیار کیے گئے تھے کھائے اور خوب مزا آیا ایک جگہ سے کوک پی اور بیا ہمارے ساتھ انجوائے کر رہی تھی میں بار بار ماضی میں کھو جاتی تھی شہنشاہ بابر پھر ہمایوں پھر اکبر، جہانگیر، شاہجہان اورنگ زیب وقت نے سب کو مٹا دیا پھر مجھے ایک جگہ حسان نظر آیا وہ پانی میں کنکریاں پھینک رہا تھا۔

''حسان!''

اسے دیکھ کر میں نے بلند آواز میں پکارا وہ مسکرا دیا مجھے دیکھ کر وہ ذرا بھی حیران نہیں ہوا تھا۔

''مجھے پتا تھا کہ تم آؤ گی لیکن یہ نہیں پتا تھا آج ہی۔''

میری آنکھوں میں حیرت تھی۔

''کیا تم روز یہاں آتے ہو؟''

''نہیں سال میں ایک دو بار، میرے کچھ عزیز سرگودھا شہر سے آئے ہوئے ہیں خاص طور پر لاہور کی سیر کرنے، ان کے ساتھ آیا ہوں۔''

''یہ ریان میرا بھائی ہے اور یہ بیا میری خالہ ہیں۔'' میں حیرت کے سمندر سے نکلی تو مجھے ان کا تعارف کرانے کا خیال آیا رومی کو تو جانتا ہی تھا اس روز ہم نے بہت انجوائے کیا رومی، ریان اور بیا کو اس نے اچھا خاصا متاثر کیا وہ بار بار اس کی باتوں پر حیران ہوتے جبکہ میں تو جانتی تھی کہ وہ ایسا ہی ہے۔

ہم جب گھر پہنچے تو آٹھ بجنے والے تھے پپا ابھی تک نہیں آئے تھے اور یہ پپا کی روٹین ہی بن گئی تھی اب بھی دس بجے بارہ بجے آنا۔

''ریان اگلے ماہ جون میں تمہارے پیپرز ہو رہے ہیں تیاری کیسی ہے؟'' میں نے کھانے کی ٹیبل پر پوچھا۔

''بس، سو سو!''

اس نے کندھے اچکائے تھے۔

''تمہیں اب پڑھائی پر زیادہ توجہ دینا چاہیے رانو اتنے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں اور اب تو میں بھی فارغ ہوں سب میں تو نہیں لیکن کچھ میں تو میں تمہاری ہیلپ کر سکتی ہوں نا؟'' اس نے جواب نہیں دیا تھا اور چاول اپنی پلیٹ میں ڈالنے لگا تھا گو ہم نے کافی کچھ کھایا پیا پھر بھی جب جیا نے کھانا لگایا تو ہم بہت رغبت سے کھانے کی ٹیبل پر آ بیٹھے۔ رومی تھک گئی تھی اس لیے وہ جلد ہی سونے کے لیے چلی گئی تھی اور ریان کی عادت ہی نہیں تھی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھنے کی۔ جب سے مما نے اسلام آباد جانا شروع کیا تھا اور پپا گھر سے غائب رہنے لگے تھے وہ کبھی بھی ٹی وی لاؤنج میں میرے اور رومی کے ساتھ آ کر نہیں بیٹھا تھا

شاید وہ دل میں مما سے ناراض تھا اور اس غصے کو سگریٹ کے دھواں میں زائل کرنا چاہتا تھا میں بہت دیر تک اکیلی بیٹھی ٹی وی دیکھتی رہی اور جب نیند سے میری آنکھیں بند ہو رہی تھیں اور گھڑی کی سوئیاں ساڑھے بارہ بجا رہی تھیں گیٹ کھلنے کی آواز آئی میں نے لاؤنج میں ہی بیٹھے بیٹھے اندازہ لگایا کہ پپا اپنے کمرے میں جا کر چینج کر چکے ہوں گے میں دستک دے کر ان کے کمرے میں چلی گئی وہ بیڈ پر تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے انہوں نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر کلاک پر نظر ڈالی تقریباً ایک بج چکا تھا۔

''تم ابھی تک سوئی نہیں سوی اور تمہارا امتحان ہو گیا؟''

''آج لاسٹ پیپر تھا اور میں آپ کا انتظار کر رہی تھی مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔'' وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

''کیا جیا کا فون آیا تھا؟''

''نہیں!''

میں ان کے پاس ان کے بیڈ پر بیٹھ گئی انہوں نے ٹانگیں سمیٹ لی تھیں اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

''مجھے ریان کے متعلق آپ سے بات کرنی تھی پپا آپ تو جانتے ہیں کہ مما نے اسے اپنے اتنے قریب رکھ کر پھر دور کرنے کی سزا کیوں دی ہے اور آپ نے بھی اسے اگنور کر دیا آپ اسے بالکل بھی ٹائم نہیں دیتے پپا۔''

اب میری آنکھیں برسنے لگی تھیں پتا نہیں کیوں مجھے اتنی جلدی رونا آ جاتا تھا

''آپ کو پتا ہے وہ سگریٹ پینے لگا ہے اور پتا نہیں کب سے پی رہا ہے وہ اکیڈمی کے بعد نہ جانے کہاں کہاں، کن دوستوں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے اور میری آواز گھٹ گئی پپا نے ہاتھ بڑھا کر میرے سر کو سینے سے لگا لیا اور ہولے ہولے تھپکنے لگے۔

''تھینک یو سوی! میرے بچے مجھے پتا ہے تم بہت سمجھدار ہو اور تمہیں اپنے بہن بھائی کا خیال ہے۔ آئی ایم سوری جانو میں ریان کی طرف سے غافل ہو گیا تھا آئندہ ایسا

نہیں ہو گا میں خود چیک رکھوں گا اس پر، اس کی سٹڈی کا بھی خیال رکھوں گا اور شاباش اب رونا نہیں، جاؤ بہت رات ہو گئی ہے سو جاؤ۔''

''پپا آپ ریان سے سگریٹ کے متعلق کچھ مت پوچھئے گا وہ سمجھے گا میں نے آپ سے شکایت کی ہے اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ آئندہ سگریٹ نہیں پیے گا کیا ہوا پپا جو وہ اتنا لمبا ہو گیا ہے۔ ہے تو وہ بچہ ہی نا۔''

''او کے۔'' پپا نے سر ہلا دیا تھا اور پھر جیسا پپا نے کہا تھا ایسا ہی ہوا تھا پپا سر شام ہی گھر آنے لگے اور ریان کو وقت دینے لگے اور میں۔۔۔۔۔۔ میں نے تو ریان کو اسی طرح حصار میں لے لیا تھا جس طرح سوی کو لیا تھا جب مما ریان کو لے کر انگلینڈ گئی تھیں اور اب ریان کا بھی ایسے ہی خیال رکھنے لگی تھی صبح اس نے ناشتہ کیا رات کو دودھ پیا اس کے کپڑے استری ہوئے جوتے پالش ہوئے وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ میں نے ریان سے دوستی بھی کر لی تھی جب پڑھائی سے تھک جاتا تو ہم گھومنے نکل جاتے تھوڑی سی سیر سے موڈ اچھے ہو جاتے کبھی کبھی پپا بھی، پپا بھی ساتھ ہوتے اور کبھی ہم تینوں اکیلے۔ پھر ریان کے پیپرز شروع ہو گئے اور بقول اس کے، توقع سے زیادہ اچھے ہوئے۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہے سوی ورنہ میرا دل تو پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا تھا۔'' ایک دن اس نے کہا تھا۔

زندگی میں کتنی خوشیاں تھیں بس کبھی کبھی مما کی کمی بے تحاشہ محسوس ہوتی تھی اور کبھی مما آ جاتیں خوشیاں بڑھ جاتیں پہلے روی کا رزلٹ آیا پھر میرا اور آخر میں ریان کا۔ ریان نے بہت اچھے مارکس لیے تھے اور مما بے تحاشہ خوش تھیں اور اسی خوشی میں انہوں نے ایک زبردست پارٹی دے ڈالی اس روز مما نے روی اور ریان سے کہا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی بلا لیں لیکن مما نے مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی لیکن میں نے محسوس بھی نہیں کیا تھا کیا ہوا جو مما نے مجھ سے نہیں کہا تو میں خود بھی تو بلا سکتی ہوں لیکن میرا کوئی خاص دوست نہیں تھا حسان کا خیال کچھ دیر کو آیا تھا لیکن میرے پاس تو اس کا کوئی کنٹیکٹ نمبر نہیں تھا

روحی نے بھی اپنی کسی فرینڈ کو نہیں بلایا تھا۔

''ارے تم لوگوں نے اپنی فرینڈز کو نہیں بلایا۔''

''میری کوئی خاص فرینڈ نہیں ہے پپا اور پھر سومی نے بھی تو کسی کو نہیں بلایا۔''

روحی نے جواب دیا تھا اس وقت میں نے مما کے چہرے پر کچھ شکنیں نمودار ہوتے دیکھی تھی لیکن میرے اندر یقین کا دیا جل رہا تھا اس نے مجھے Hurt نہیں ہونے دیا تھا میں بہت اعتماد کے ساتھ روحی اور ریان کے ساتھ سب سے مل رہی تھی۔

''یار اپنی بیٹیوں کے رشتے طے کرتے وقت ہمارے متعلق بھی سوچ لینا۔'' مسز اصفہانی مما سے بات کرتے ہوئے مسلسل مجھے دیکھ رہی تھی مما نے اسے کیا کہا تھا میں نے سنا نہیں اس روز میں نے کئی نظریں خود پر پڑتی محسوس کی تھیں۔

اور پھر بہت سارے دن بیکار گزر گئے۔ روحی اور ریان اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گئے تھے ریان نے اے لیول کرنے کے بجائے ایف ایس سی میں داخلہ لے لیا تھا کیونکہ اس کے دوستوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور مما نے اسے مجبور نہیں کیا تھا اور میں بالکل فارغ اور بیکار اور ایسے ہی بیکار دنوں میں ایک دن حسان کا فون آیا۔

''ارے تم، حسان تمہیں میرا نمبر کیسے پتا چلا؟'' میں ایک دم خوش ہو گئی اس بور لمحے میں جب بیا سو رہی تھیں۔ روحی اور ریان اپنے اپنے کالجز میں تھے اس کی آواز جیسے میرے اندر زندگی کی روح پھونک رہی تھی۔

''ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے لڑکی۔''

اس کی آواز میں زندگی تھی۔

''کیا کر رہی ہو آج کل؟''

''کچھ نہیں!''

''یعنی شادی کا انتظار۔''

''کہہ سکتے ہو۔'' میں ہنسی۔

''ایک ہاسپٹل میں انٹرن شپ مل رہی ہے، لینی ہے؟''

''وائے ناٹ، حسان میں بہت بور ہو رہی ہوں۔''

''او کے تو پھر صبح آ جانا مینٹل ہاسپٹل۔'' اس نے فون بند کر دیا تھا اور میں بے حد خوش خوش بیا سے مشورہ کرنے چل دی تھی رات کو میں نے پپا سے بھی اجازت لے لی تھی اور پھر ہمیں وہاں انٹرن شپ مل گئی تھی میں جو سمجھتی تھی کہ میں سائیکالوجی میں ماسٹر کرنے کے بعد نفسیاتی مریضوں کا علاج کرنے لگوں گی اور ڈاکٹر بن جاؤں گی مجھے اب پتا چلا تھا کہ اس طرح نہیں ہوتا۔ یہاں ڈاکٹر فرقان حیدر اور ڈاکٹر مصطفیٰ زیدی سیکاٹرسٹ تھے اور یہ دونوں ہی ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے ہمارا کام صرف یہ تھا کہ ہمیں مریضوں کی ہسٹری لینا ہوتی تھی پھر ڈاکٹر مصطفیٰ یا ڈاکٹر فرقان ایک گھنٹہ لیکچر دیتے تھے اور ہمیں اس لیکچر میں دوائیوں کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ کون سی دوا اور کس طرح کس مریض کو دینا چاہیے۔ کبھی کبھی مریضوں کی ہسٹری لینے کے علاوہ ہمیں تھراپی اپلائی کرنے کے لیے بھی کہا جاتا تھا جلد ہی مجھے یہ کام بہت دلچسپ لگنے لگا تھا بعض مریض تو بہت ہی الجھے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ انٹرن شپ صرف تین ماہ کے لیے تھی لیکن حسان چاہتا تھا کہ ہم چھ ماہ انٹرن شپ کر لیں اور پھر اس کے بعد ایک سال کا ڈپلومہ لے لیں کیونکہ اس کے بغیر نہ تو جاب آسانی سے مل سکتی تھی اور نہ ہی ہماری سائیکالوجی کی ڈگری کچھ کار آمد تھی۔

''یعنی ایک سال اور پڑھنا پڑے گا۔'' نائید کا رنگ تو یوں پیلا پڑ گیا جیسے اسے کوئی بہت دشوار کام بتا دیا گیا ہو۔

''ہاں نائید بی بی ورنہ جاب نہیں ''ملے گی۔''

''نہ ملے۔'' اس نے لاپرواہی سے کہا تھا لیکن ڈپلومہ کورس میں داخلے کے لیے سب سے پہلے فارم وہی لے کر آئی تھی یہاں اس مینٹل ہاسپٹل میں ہمارے علاوہ بھی کچھ لڑکے لڑکیاں انٹرن شپ کر رہے تھے اور ہمیں دس ہزار روپے ماہوار مل رہے تھے۔ ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں سے بھی یہاں ہم چاروں اکٹھے ہو گئے تھے۔ میں، نائید، حسان اور فراز۔۔

یونیورسٹی کے دوسالوں کے دوران ہمارے درمیان دوستی کا وہ تعلق نہیں بنا تھا جو ان دنوں میں ہو گیا تھا ہم فارغ ہو کر اکٹھے ہاسپٹل کی کینٹین میں کافی یا چائے پیتے ہوئے ڈھیروں باتیں کرتے۔۔۔نائید اور میں بچپن سے اکٹھے ایک ہی سکول اور پھر ایک ہی کالج میں پڑھتے رہے تھے پھر یونیورسٹی میں بھی ہم اکٹھے تھے میں نائید کو اپنا دوست کہتی تھی لیکن مجھے نائید کی ذاتی زندگی کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا لیکن انٹرن شپ کے ان دنوں میں مجھے پتا چلا کہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس نہیں رہتی بلکہ اسکے پیدا ہوتے ہی اس کے والدین نے اسے اس کی خالہ کو دے دیا تھا۔

خالہ اور خالو جنہیں وہ ابو اور امی کہتی تھی اسے بہت محبت، بہت پیار دیا تھا لیکن پھر بھی وہ کہتی تھی کبھی کبھی میرے دل میں ہوک سی اٹھتی ہے اور اندر ہر طرف دھواں سا بھر جاتا ہے میرا جی چاہتا ہے میں امی اور ابو کی محبت سے دامن چھڑا کر بھاگتی ہوئی گوجرانوالہ کے اس چھوٹے سے گھر میں چلی جاؤں جہاں میری چار بہنیں اور اکلوتا بھائی ہے لیکن سوی جب مجھے پتا چلا تھا نا کہ میرے اصل والدین تو وہی ہیں جنہیں میں خالہ اور خالو جان کہتی ہوں تو میں اس گھر میں جانے کے لیے بے چین ہو گئی تھی مجھے اپنی خالہ کا بھینچ بھینچ کر پیار کرنا یاد آیا تھا جو دراصل میری ماں تھی لیکن جب میں وہاں گئی تو پتا ہے وہاں سب کچھ اجنبی تھا میرے لیے۔۔۔وہ میرے آگے پیچھے پھرتے تھے میری خاطر تواضع کرتے تھے لیکن ان کے اور میرے درمیان وہ بے تکلفی کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکی جو ان کی آپس میں تھی اور میں چند دن میں ہی گھبرا گئی وہاں صرف ماں کی محبت میں اپنائیت تھی اور وہی میری اپنی تھی باقی سب پرایا پرایا سا۔

اور ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی نائید کے لیے میرا دل سارا دن گداز ہوتا رہا تھا۔

"میرا اب نہ یہاں دل لگتا ہے نہ وہاں۔ایک بار امی نے کہا گڑیا ترا دل اب یہاں نہیں لگتا تو یہاں خوش نہیں رہتی اور اگر دل چاہتا ہے اپنے بہن بھائیوں کے پاس جانے کو، تو چلی جا ہم تجھے اداس نہیں دیکھ سکتے ہم سمجھیں گے ہماری بیٹی بیاہ کر دوسرے گھر

رخصت ہو گئی ہے اور میں ان سے لپٹ گئی تھی۔نہیں بھلا میں جنت چھوڑ کر کیوں جاؤں لیکن یہ دل منافق اندر ہی اندر کچھ اور کہہ رہا تھا۔"

اس روز میں سوچتی رہی تھی۔بعض اوقات ہم اپنے ہی دوستوں کے دکھ سکھ سے کتنے بے خبر ہوتے ہیں اور یہ حسان، یہ بھی بڑا گھنا ہے۔ایک روز فراز نے بتایا تھا کہ وہ ان دنوں اپنے باپ سے ناراض ہو کر اپنے ایک دوست کے گھر رہ رہا ہے۔

"کیوں حسان کیا ہوا۔پھر بھلا ناراض ہو کر کوئی یوں گھر چھوڑ سکتا ہے؟" ایک روز وہ تنہا مجھے اپنے کمرے میں بیٹھا مریض کی فائل چیک کرتا مل گیا۔

"تم نہیں سمجھو گی میری پرابلم۔"

"تم سمجھاؤ تو میں ضرور سمجھوں گی اور تمہیں مشورہ دوں گی کہ اچھے بچوں کی طرح گھر جاؤ خوامخواہ اپنے مما پپا کو پریشان کر رکھا ہے۔"

تب اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ان کے پاس پریشان ہونے کے لیے وقت نہیں ہے سمیعہ بی بی، دونوں ہی ملک کے مشہور ڈاکٹر ہیں بلکہ مصروف۔"

"اچھا بتاؤ نا بات کیا ہوئی ہے؟" میں اسکے سامنے ہی دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ہمارے ہاں لوگ جسمانی بیماریوں کو تو اہمیت دیتے ہیں لیکن روحانی بیماریاں انہیں نظر نہیں آتی۔جسم پر چوٹ لگے، زخم آئے یا جسم کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو ڈاکٹر کی طرف بھاگتے ہیں۔روح اور دل زخمی ہو تو انہیں دکھائی نہیں دیتے، روح میں ناسور پڑ جائیں تو وہ سمجھ نہیں پاتے اور ایک دن اس شخص کو پاگل کہہ کر اس سے جینے کا حق چھین لیتے ہیں۔"

ہمیشہ کی طرح اس نے لمبی بات کی تھی اور میں کچھ بھی نہیں سمجھی تھی۔

"میں نے اپنے پاپا سے کہا تھا کہ وہ مرید کے والی زمین مجھے دے دیں اور اس پر ایک ہاسپٹل بنوا دیں، چھوٹا سا جہاں نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا مریضوں کا علاج کیا جائے، عاصمہ علی جیسے مریضوں کا۔(عاصمہ علی ہمارے ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھی اسے فٹس پڑتے

تھے وہ کالج کی طالبہ تھی جس پر اس کی سوتیلی ماں نے جھوٹے الزام لگائے تھے اور اس کا ذہن ان الزامات کو برداشت نہ کر سکا تھا) لیکن پتا ہے سمیعہ پاپا ہنسنے لگے۔"

"پاگل ہو گئے ہو تم۔"

میں نے کہا۔"نہیں میں پاگل نہیں ہوں۔"

میں نے اپنا نکتہ نظر کئی بار ان پر واضح کیا لیکن وہ میری بات سمجھتے نہیں۔ یہ زمین میرے دادا کے زمانے کی ہے اور بیکار پڑی ہے۔ ایک بار ایک شخص نے یہاں تولیے بنانے کے لیے فیکٹری لگانے کے خیال سے یہ زمین خریدنی چاہی پھر پتا نہیں کیا ہوا اس کا ارادہ بدل گیا پھر ایک شخص نے یہاں پولٹری فارم بنایا لیکن پھر غالباً فارم خالی کر دیا۔ میں نے پاپا سے یہاں تک کہا ہے کہ وہ مجھے کسی بھی جائیداد سے کچھ نہ دیں بس یہ زمین دے دیں۔ میں آدھی زمین فروخت کر کے اس پیسے سے باقی آدھی زمین پر ہاسپٹل بنواؤں گا لیکن پاپا۔۔۔"

"تو تم اس لیے گھر چھوڑ آئے ہو؟"

میں نے پوچھا۔

"ہاں اگر پاپا میری بات نہیں مانتے تو مجھے بھی۔۔۔"

ان دنوں وہ اس ہاسپٹل کے بہت خواب دیکھنے لگا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے وہ اس کی باتیں کرتا رہتا۔

"پتا ہے وہاں ہم ان مریضوں کو خوبصورت ماحول دیں گے بہت محبت بھرا۔ سمیعہ تم بھی میرے ہاسپٹل میں جاب کرنا میں بہت اچھی تنخواہ دوں گا تمہیں۔"

"شیخ چلی صاحب ابھی سے طے کر لیں کتنی Pay دیں گے تو میں بھی اس پیش کش پر سوچ سکتی ہوں۔"

نائیدہ ضرور ہماری باتوں میں کود پڑتی تھی لیکن اب میں اس کی باتوں کا برا نہیں مناتی تھی کیوں کہ اب میرے دل کا ایک گوشہ اس کے لیے بہت گداز اور نرم رہتا تھا حالانکہ

پہلے کبھی کبھی اس کی مداخلت مجھے ناگوار گزرتی تھی خصوصاً اس وقت جب وہ میری اور حسان کی گفتگو میں انٹرفیئر کرتی تھی۔

"ہاں تم بھی کر لینا۔"

حسان اس وقت بڑا دیالو بن جاتا۔

"اور اپنی مرضی سے تنخواہ لے لینا، تو میں کہہ رہا تھا اس مینٹل ہاسپٹل میں چار سیکاٹرسٹ ہوں گے دو نیورو سرجن ہوں گے اور ہم چار سائیکالوجسٹ۔"

"اور ساری زندگی مریضوں کی کیس ہسٹری لکھتے رہیں گے، تف ہے ہم پر حسان۔"

فراز نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا تھا۔

"یار آخر ہم نے سائیکالوجی کیوں پڑھی ہے، میں نے تو اس لیے پڑھی ہے کہ مجھے ڈاکٹر بننے سے چڑ تھی۔" حسان نے کہا۔

"لیکن چور چوری سے چلا جائے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔" یہ نائیدہ تھی۔

"آخر کار تم بھی ایک ہاسپٹل بنانے کا خواب دیکھ رہے ہو نا یعنی کان ادھر سے پکڑ دیا ادھر سے، اس سے اچھا تھا کہ تم ڈاکٹر ہی بن جاتے اور ذہنی مریضوں کا علاج کرتے رہتے۔"

"ہاں یار اب تو یہی سوچتا ہوں لیکن تب مجھے اتنی چڑ تھی نا ڈاکٹر بننے سے کہ کوئی مجھے کروڑوں روپے بھی دیتا تو نہ بنتا۔ ان دنوں تو گھر بھی مجھے ہاسپٹل ہی لگتا تھا بڑے بھائی ڈاکٹر، چھوٹے بھائی ڈاکٹر، بھو ڈاکٹر، مما ڈاکٹر، پپا ڈاکٹر۔"

"اف او۔۔"

نائیدہ نے کان پر ہاتھ رکھ لیے۔

"تم شروع ہو جاؤ تو بس۔۔ تم بتاؤ فراز تم کیوں اس مضمون میں جھک مارنے آئے تھے؟"

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں دو بار انٹری ٹیسٹ ٹرائی کرنے کے باوجود ناکام ہو گیا تھا تو دل برداشتہ ہو کر کالج میں ایڈمشن لینے گیا تو ایک دوست کو دیکھ کر یہی مضامین فارم میں لکھ دیے۔"

"اور میں نے بھی تائید کی دیکھا دیکھی یہ مضامین لیے تھے۔" میں نے فوراً کہا۔

"اور نائید تم کیوں ادھر جھک مارنے آئی تھی؟" حسان نے اسی کی بات لوٹائی۔

"میں"

نائید نے سر جھکا لیا۔

"بس یونہی میں نے کالج کے پراسپیکٹس کو دیکھا تو یہی مضامین سب سے آسان لگے تھے کیونکہ ہسٹری کے ساتھ سوکس اور اسلامیات کا کمبینیشن تھا جو مجھے سخت زہر لگتے تھے۔، فارسی کے ساتھ جغرافیہ اور جرنلزم تھے۔ بس یہی لے لیے کم از کم ان مضامین سے کوئی پرانی دشمنی نہیں تھی۔"

ہم یونہی الٹی سیدھی باتوں میں وقت پاس کرتے تھے پھر چھ ماہ کی انٹرن شپ کے بعد ہم نے داخلہ لے لیا۔ یہ ایک سال کا کورس تھا اور یہ دن بھی میری زندگی کے یادگار دنوں میں سے تھے۔ ہم چاروں میں دوستی کا بڑا پرخلوص سا بندھن بندھ گیا تھا اور ان ہی دنوں روی اپنے ایف اے کے ایگزام سے فارغ ہو کر بور ہو رہی تھی اور میرے کورس کے ختم ہونے میں چند ہی دن رہتے تھے کہ امریکہ سے اچانک فیضان اور ماموں آ گئے۔

پپا اور مما بہت خوش تھیں، کتنے ہی سالوں بعد ان کا بھائی آیا تھا۔ فیضان نجیب ماموں کا بیٹا تھا اور بہت ہی دلچسپ شخصیت کا مالک۔ وہ ایم بی اے کر چکا تھا اور ماموں کے ساتھ کمپنی میں ہی کام کرتا تھا۔ ماموں دراصل پاکستان میں بزنس کے امکانات دیکھنے آئے تھے۔ مما ان دنوں خلاف معمول گھر پر تھیں اور بہت دنوں سے اسلام آباد نہیں گئیں تھیں تب ہی ایک رات ڈنر ٹیبل پر ریان نے شرارت سے مما کی طرف دیکھا تھا۔

"مما کیا آج کل اسمبلی کے اجلاس نہیں ہو رہے یا اسمبلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔"

اور اس کی شرارت سمجھتے ہوئے مما ہنس دی۔

"میرا بھائی اور بھتیجا اتنے سالوں بعد آئے ہیں میں انہیں چھوڑ کر چلی جاؤں۔"

تب ریان نے ایک ٹھنڈی اور لمبی سانس لے کر فیضان کی طرف دیکھا تھا۔

"فیضی بھائی آپ بڑے لکی ہیں۔"

سب ہی ہنس دیے تھے لیکن میں نے اس کا درد اپنے دل میں محسوس کیا تھا جو مما کے اس طرح اسے تنہا کر دینے پر اس کے اندر اتر آیا تھا۔ میری نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں گو وہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں ان کہے شکوؤں کا درد مچل رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی وہ فوراً پلیٹ پر جھک گیا گو اسے مما سے شکوہ تھا پھر بھی مما کے اس طرح گھر پر رہنے سے ہم سب ہی بے حد خوش تھے۔ پھر ماموں چلے گئے لیکن فیضان یہیں رک گیا تھا۔

"ڈیڈ ابھی میں یہیں رہوں گا۔ مجھے ابھی اپنے وطن کی ہواؤں کو محسوس کرنا ہے۔ اُف او ڈیڈ میں نے کتنا عرصہ ان خوبصورت فضاؤں سے محروم گزار دیا۔"

"تم چاہو تو یہاں بزنس سیٹ کر لو اور شادی کے بعد یہاں ہی سیٹل ہو جاؤ پھر ہم بھی سوچیں گے۔"

ماموں نے اسے فراخ دلی سے اجازت دے دی تھی دراصل وہاں کے ماحول سے وہ خود بھی اب اپ سیٹ ہو چکے تھے وہاں بہت کرپشن ہے اتنی کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بچے اپنے ہی والدین کے گھر محفوظ نہیں رہے۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں بچے ایسے ہیں جو اپنے فاسٹر والدین کے پاس پلتے بڑھتے ہیں۔ ایک روز ماموں نے بتایا تھا۔

"اور ہمارے لیے وہاں کتنی اٹریکشن ہے ہم سب کم و بیش وہاں ہی سیٹل ہونا چاہتے ہیں۔"

جب میں نے حسان، فراز اور نائید کو سب بتایا تو حسان نے تبصرہ کیا تھا۔

"شاید ڈالروں کی چمک اتنی چندھیا دینے والی ہوتی ہے کہ اس معاشرے کی برائیاں اس چمک میں نظر ہی نہیں آتیں۔"

شاید حسان صحیح کہہ رہا تھا وہاں رہنے والے خوش نہ تھے اور یہاں والے انہیں رشک سے دیکھتے تھے۔

فیضان اور ماموں کی رہائش تو اپنے ہی پورشن میں تھی۔ ہاں کھانا ہم سب اکٹھے کھاتے تھے۔ اس روز بیا کی طبیعت خراب تھی میں سر دبا رہی تھی کہ فیضان اندر داخل ہوا مجھے دیکھ کر یکدم ہی اس کی آنکھیں لو دینے لگی تھیں۔ پتا نہیں واقعی ایسا تھا یا صرف میں نے محسوس کیا تھا لیکن میں نے اکثر محسوس کیا تھا کبھی کبھی وہ مجھے بڑی وارفتگی سے تکتا تھا گو میں نے اس کے ذو معنی جملوں کو معنی دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''یہ تم کہاں غائب رہتی ہو سوی؟''

وہ بڑی بے تکلفی سے کہتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ بیا نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''اسلام علیکم بیا کیا طبیعت خراب ہے؟''

''نہیں بیٹا بس یوں ہی ہلکا سا سر درد تھا۔''

''ارے بیا لیٹی رہیں میں دبا رہی ہوں نا آپ کا سر۔''

''نہیں بیٹا اب کافی آرام ہے۔''

بیا نے ایک محبت بھری نظر مجھ پر ڈالی اور پھر فیضان کی طرف دیکھا۔

''آج صبح سے کہاں غائب تھے بیٹا؟''

''میں ریان اور رومی کے ساتھ ہرن مینار دیکھنے گیا تھا۔''

''تم کیوں نہیں گئیں؟'' بیا نے مجھے دیکھا۔

''ریان اور رومی فرسٹ ایئر کے امتحان دے کر فارغ ہو چکے ہیں جبکہ ابھی مجھے کچھ دن مزید جانا ہے۔''

میں نے بیا کو بتایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیا میں جیناں کے ہاتھ دودھ بھجواتی ہوں ضرور لیجیے گا۔''

بیا نے سر ہلایا۔

''اگر آپ کہیں تو میں یہاں ہی سو جاؤں۔''

میں جاتے جاتے رکی فیضان مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

''ارے نہیں چندا، اس وقت بالکل ٹھیک ہوں۔''

انہوں نے اپنے مخصوص شفقت بھرے انداز میں کہا اور میں باہر نکل آئی۔ آج یوں بھی میں بے حد تھک گئی تھی سر نیازی ہمیں فونٹین ہاؤس لے گئے تھے اور یہ ہمارا دسواں وزٹ تھا۔ فونٹین ہاؤس کالج اور یونیورسٹی کے دوران بھی دو تین بار جا چکے تھے دو بار تو یونہی حسان نے ڈاکٹر فرقان سے کہہ کر پروگرام بنایا تھا، جب ہم انٹرن شپ کر رہے تھے تب اور اب، آج کا پروگرام بھی دراصل حسان کا ہی ترتیب دیا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا ہم ہفتے میں کم از کم دو بار وہاں جا کر رضاکارانہ طور پر کچھ کریں۔ مریضوں کو کچھ سکھائیں یا کوئی بھی مثبت کام۔ ہم نے دیکھا تھا کہ کچھ لڑکیاں شاید فائن آرٹس کی سٹوڈنٹس تھیں، رضاکارانہ طور پر آ کر وہاں موجود لڑکیوں کو پینٹنگ اور فلاور میکنگ سکھاتی تھیں۔

''تم کیا سکھاؤ گے تمہیں آتا ہی کیا ہے سوائے باتیں بنانے کے!'' یہ فراز تھا۔

''تو چلو باتیں ہی کر لیں گے۔ باتوں سے بھی کتھارسس ہوتا ہے نا۔''

حسان کے پاس ہر سوال کا جواب ہوتا تھا۔ سو ہم آج دسویں بار فونٹین ہاؤس گئے تھے ان دو سالوں میں کئی پیشنٹ چلے گئے تھے اور کئی ابھی تک وہاں ہی تھے۔ وہاں ہم نے ایک مشہور اداکار کو بھی دیکھا جو پچھلے سال بھی وہاں ہی تھے۔ ایک مشہور کھلاڑی بھی جو ابھی نئے آئے تھے۔

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں زمانے نے اس حال کو پہنچایا۔'' حسان نے تبصرہ کیا تھا۔ وہاں بہت سارا وقت گزار کر جب میں گھر آئی تو بے حد تھک چکی تھی لیکن جیناں سے پتا چلا کہ صبح بیا کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا اور اب بھی انہیں سر درد ہے اور وہ اپنے کمرے میں ہیں سو میں بیا کے پاس چلی آئی تھی۔ رومی اور ریان فیضان کے ساتھ گئے ہوئے تھے اور مما پپا کسی

پارٹی میں جانے کے لیے کچھ دیر پہلے نکلے تھے اس لئے میں کوئی دو تین گھنٹے سے بیا کے پاس ہی تھی۔ فیضان کے ساتھ یقیناً رومی اور ریان بھی آ چکے ہوں گے دونوں کو ہیلو ہیلو کر کے میں اب آرام کروں گی بلکہ جیناں سے کہہ دوں گی کہ مجھے رات کے کھانے کے لیے نہ بلائے۔ صبح آج جلدی اٹھ گئی تھی اس لیے آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں میں سوچتی ہوئی اپنے پورشن کی طرف جا رہی تھی کہ اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سن کر مڑ کر دیکھا تو فیضان تھا۔

''تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں آئیں؟''

''میں نے رومی کو بتایا تو تھا صبح' میرا ایک اہم لیکچر ہے اور پھر ہمیں سر نیازی کے ساتھ فونٹین ہاؤس بھی جانا ہے۔'' میں وہاں ہی ستون کے پاس رک گئی۔

''اور کل تمہیں مینٹل ہاسپٹل جانا ہے اور پرسوں تمہیں کہیں اور جانا ہوگا۔''

وہ جیسے چڑ کر بولا تھا مجھے ہنسی آ گئی۔

''تم ہنس رہی ہو اور مجھے غصہ آ رہا ہے۔'' وہ جیسے اور چڑ اٹھا۔

''اس میں غصے کی کیا بات فیضان' ظاہر ہے مجھے کل بھی اور پرسوں بھی جانا ہے۔''

''تم چند دن کے لیے چھٹی نہیں کر سکتیں۔'' وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

''مگر فیضان بس دس پندرہ دن رہ گئے ہیں ہمارا کورس ختم ہونے میں۔''

''اف او!''

اس نے دائیں ہاتھ کا مکا بنا کر بائیں ہاتھ پر مارا۔

''تم جانتی ہو میں یہاں کیوں رکا ہوں؟''

''شاید بزنس کے لیے کوئی۔۔۔''

''احمق لڑکی میں تمہارے لیے رکا ہوں' صرف تمہارے لیے۔''

''میرے لیے!''

میں نے آنکھوں میں حیرت بھر کر اسے دیکھا۔

''ہاں تمہارے لیے سومی۔''

اس کی آواز تھوڑی بوجھل ہو گئی۔

''تم جانتی ہو میں یہاں صرف ڈیڈ کے کہنے پر آیا تھا۔ میرا مقصد صرف اپنا وطن دیکھنا تھا جسے تین سال کی عمر میں نے چھوڑا تھا بلکہ میں ڈیڈ کے اس خیال سے بھی متفق نہیں تھا کہ وہ پاکستان میں بزنس کے امکانات کا جائزہ لیں لیکن سومی جب میں نے تمہیں دیکھا تو میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے روز پہلی ہی نظر میں تمہارے لیے دل میں کچھ محسوس کیا تھا لیکن چند دن بعد ہی مجھے۔ لگنے لگا تم بہت خاص ہو۔ جیسے تمہیں میرے لیے ہی تخلیق کیا گیا ہو، سومی میرے دل میں تمہارے لیے بہت انوکھے سے جذبے پیدا ہونے لگے ہیں۔ سچ کہتا ہوں سومی پاکستان آتے ہوئے میرے دل میں تصور نہ تھا کہ مجھے کسی پاکستانی لڑکی سے شادی کرنا ہے بلکہ میں دل ہی دل میں ایک لڑکی کو پسند بھی کر چکا تھا وہ لڑکی بھی میرے بچپن سے ہی امریکہ میں سیٹل ہے۔ جب بھی مما نے شادی کی بات کی میرے ذہن میں اسی کا ہی خیال آیا تھا کہ وہ ایک پرفیکٹ لڑکی ہے اور میں نے سوچا تھا کہ میں پاکستان سے واپسی پر مما کو بتا دوں گا وہ لڑکی میری کلاس فیلو تھی گو میں نے کبھی اس کے ساتھ اپنے فیلنگز شیئر نہیں کیے تھے لیکن وہ مجھے وہاں موجود لڑکیوں سے مختلف ضرور لگتی تھی لیکن سومی محبت کیسے کسی کے دل میں اسیر کرتی ہے اور کیسے کوئی دل کے اندر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے یہ تمہیں دیکھ کر جانا۔'' وہ بول رہا تھا اور میں ستون سے ٹیک لگائے حیرت سے سن رہی تھی۔

''سومی!''

اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

''I Love You''

اور میرا دل یکدم سینے کے اندر یوں زور سے دھڑکا جیسے ابھی کچھ ہو جائے گا میری ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

"سوی تم۔۔۔ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ بے حد اشتیاق سے مجھے دیکھ رہا تھا میری نظریں جھک گئیں ظاہر میرا خیال اس کے متعلق کیسے برا ہو سکتا تھا۔ مجھے وہ اچھا ہی لگتا تھا لیکن میں نے اس طرح اس کے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا جس طرح وہ سوچ رہا تھا۔

"تم بہت خوبصورت ہو سوی بے حد، لیکن اپنی خوبصورتی اور حسن سے بے نیاز، لاپروا اور یہ بے نیازی تمہیں اور حسین بنا دیتی ہے۔"

دھک دھک مجھے اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔

"اور تمہارا من بھی بہت خوبصورت ہے ریان کہتا ہے سوی کا نام اگر سوی کے بجائے محبت ہوتو بالکل صحیح ہے، وہ کہتا ہے تم سراپا محبت ہو۔ کیا چند جرعے ہمیں بھی عنایت ہو سکتے ہیں؟"

اس کے لہجے میں شوخی در آئی تھی۔ میں جو فراز اور حسان سے لمبی لمبی بحث کرتی تھی دلائل دیتی تھی اور فراز کا مذاق اڑاتی تھی کہ وہ محبت کا راگ الاپتا رہتا ہے۔ اب نگاہیں جھکائے چپ کھڑی تھی اور فیضان کی نظروں کی تپش سے میرے رخسار جیسے دہک رہے تھے۔

"سوی!"

وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔

"اگر میں تمہارے متعلق مما سے کہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

بالکل غیر ارادی طور پر میرا سر نفی میں ہل گیا اور بھلا اعتراض والی بات بھی کیا تھی خوبصورت، ایجوکیٹڈ، ویل سٹیلڈ۔"

"تھینکس سوی! میں دو تین روز تک مما سے بات کروں گا۔"

لیکن میں اس کے بعد وہاں نہیں رکی تھی اور اپنے پورشن میں قدم رکھنے کے بعد میں نے مڑ کر دیکھا تھا وہ اس ستون سے ٹیک لگائے کھڑا پرشوق نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا

میرے مڑ کر دیکھنے پر وہ مسکرایا تیزی سے رخ موڑ لیا اور اس کی ہلکی سی آواز میرے کانوں میں آئی تھی۔

"کپلنگ نے کہا تھا مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے۔"

اور میں جلدی سے روی کے کمرے میں گھس گئی تھی۔

وہ اپنے بیڈ پر جوتوں سمیت لیٹی ہوئی تھی۔

"بہت تھک گئی ہو گڑیا؟"

میں نے اس کی پیشانی چومی تھی میں پورے دس بلکہ گیارہ گھنٹوں بعد اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہوں!" اس نے بند آنکھیں کھولیں اور میری گردن میں بازو ڈال کر جواباً میرے رخسار کو چوم لیا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ دونوں ہی دمک رہے تھے اور وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی نظر لگ جانے کی حد تک۔

"بجی سوی بہت مزا آیا فیضان بھائی کے ساتھ لیکن تم نہیں تھیں نا تو ایک کمی سی لگتی رہی۔"

"میری جان چند دن کی بات ہے پھر ہم سب اکٹھے جائیں گے کسی روز گھومنے۔" میں نے جھک کر اس کے جوتوں کے اسٹریپ کھولے۔

"ایزی ہو کے لیٹ جاؤ میں جیناں کے ہاتھ کھانا کمرے میں ہی بھجوا دوں گی۔"

"نہیں فیضان بھائی نے اتنا کھلایا پلایا ہے کہ کچھ کھانے کی گنجائش ہی نہیں۔"

"او کے پھر آرام کرو گڈ نائٹ۔"

اسے خدا حافظ کہہ کر میں ریان کے کمرے میں گئی تو وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھا تھا۔

"ارے تم تھکے نہیں ہو!"

"او نہیں بلکہ بہت انجوائے کیا فیضان بھائی بہت سویٹ اور نائس آدمی ہیں۔"

روی اور ریان دونوں ہی فیضان کی تعریف کر رہے تھے تو۔۔۔ میں جب اپنے

بیڈ پر لیٹی تو مجھے فیضان کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ میں آنکھیں موندے کتنی دیر تک ایک نئے احساس میں گھری رہی، یہ جذبہ، یہ احساس یہ سب بہت نیا نیا سا لیکن بہت دلکش سا تھا کہ کوئی مجھے چاہتا ہے، مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے اپنا رفیق زندگی کرنا چاہتا ہے۔ میں کچھ دیر پہلے نیند سے نڈھال ہو رہی تھی اب مسلسل فیضان کو سوچے جا رہی تھی اور اس نئے احساس میں گھری صبح تک جاگتی رہی اور اگلے کئی دن تک یہ احساس اندر رنگ سا بکھیرتا رہا۔ آتے جاتے فیضان کی بامعنی بات کوئی خوبصورت جملہ اور کہیں اکیلے میں چند لمحوں کی ملاقات میں جذبوں کا خوبصورت اظہار اور یہ ایک دو جملے سارا دن مجھے خوش رکھتے تھے۔

ان دنوں مما کا رویہ بھی مجھے نارمل سا لگتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہمارے شہر محبت میں رنگ ہی رنگ بکھرے ہوں، خوشیاں ہی خوشیاں ہوں مجھے لگتا تھا جیسے میں خوشیوں کے جھولے میں بیٹھی اونچی ہواؤں میں اڑ رہی ہوں، اونچا اور اونچا۔ میرا دل چاہتا تھا بہت پہلے کی طرح میں اور رومی ہاتھوں میں ہاتھ دیے پورے گھر میں چکراتے پھریں اونچا اونچا گاتے ہوئے۔

یہ شہر محبت ہے
اس شہر کے لوگوں میں

یہاں وہاں، لان میں، کوریڈور میں لاؤنج، میں کمروں میں ہر جگہ۔

''کیا بات ہے سومی ان دنوں بہت خوش نظر آ رہی ہو کیا کہیں سے خزانہ مل گیا ہے۔''

حسان نے بھی شاید میرے چہرے پر بکھرتے رنگوں کو بھانپ لیا تھا اور کیا حسان اتنے دھیان سے مجھے دیکھتا ہے اور کیا اس محبت اور خوشی کا عکس میرے چہرے سے بھی جھلکتا ہے میں نے سوچتے ہوئے حسان کو دیکھا تھا وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

''بہت خوش ہو۔۔۔۔۔۔ ہیں نا۔''

''ہاں۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''کیوں کوئی خاص بات ہے کیا؟''

''پتا نہیں شاید اس لیے کہ مما بہت دنوں سے گھر پر ہیں اور شاید اس لیے کہ فیضان آیا ہوا ہے اور اس کے آنے سے سب خوش ہیں۔''

''فیضان کیسا ہے؟''

پتا نہیں کیوں حسان نے پوچھا میں نے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا۔

''بہت اچھا ہے۔''

ایک لحہ کو مجھے لگا تھا اسکے چہرے پر سایہ سا آ گیا لیکن وہ دوسرے ہی لمحے پوچھ رہا تھا۔

''یہ نائید کہاں غائب ہو گئی ہے دو دن سے غیر حاضر ہے۔''

''گوجرانوالہ سے اس کی امی، میرا مطلب اس کی خالہ آئی ہوئی ہیں۔'' میں نے بتایا۔

''ویسے یہ فیضان صاحب کسی نیک ارادے سے تو نہیں آئے؟''

وہ پھر فیضان کے متعلق پوچھنے لگا۔

''کیا مطلب؟''

''یعنی شادی خانہ آبادی۔'' وہ جیسے زبردستی ہنسا تھا، میں نے نظریں چرا لیں۔

''تم مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتی سومی۔'' یکدم وہ تیز آواز میں بولا۔

''تمہارا یہ کزن ضرور تمہیں دیکھنے اور پسند کرنے آیا ہوگا۔''

میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہال کی طرف چلا گیا اور مجھے اس کے اندازے کی درستگی پر حیرت ہوئی اور میں دل میں تھوڑی سی شرمندہ ہوئی کہ یوں تو میں ان سب کو دوست سمجھتی ہوں خصوصاً حسان اور نائید کو اور میں نے فیضان کے متعلق ان سے چھپا لیا ہے کم از کم اب حسان کے پوچھنے پر مجھے اسے بتا دینا چاہیے تھا کہ فیضان نے

مجھے پرپوز کیا ہے اور بہت ہی جلد اس کی مما پپا، مما کو فون کرنے والے ہیں۔ خیر میں نے کندھے اچکائے پھر کسی روز بتادوں گی ابھی تو ہیں تاہم یہاں۔

ان دنوں فیضان کے خوبصورت جملے، اس کی وارفتگی سے تکتی نظریں ہر وقت مجھے یوں اندر گم رکھتے تھے کہ مجھے احساس تک نہ ہوا کہ حسان پریشان ہے لیکن اس روز کینٹین کی طرف جاتے ہوئے نائید نے مجھے بتایا۔

”تمہیں پتا ہے حسان آج کل پھر مما پپا سے ناراض ہو کر کسی ہوسٹل میں رہ رہا ہے۔“

”نہیں تو!“ میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”تمہیں کس نے بتایا؟“

”حسان نے۔ میں نے پوچھا تھا وہ اتنا اپ سیٹ کیوں لگ رہا ہے تو اس نے بتایا۔“

”کمال ہے مجھے احساس تک نہیں ہوا۔“ میں نے آہستگی سے کہا۔

”ان دنوں تم پتا نہیں کہاں کھوئی ہوتی ہو، تم نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ فراز کل سے کیوں نہیں آرہا۔“

”اوہ ہاں خیریت ہے نا۔“ میں چونکی۔

”حسان بتا رہا تھا کہ موٹر سائیکل پھسل جانے سے معمولی سا فریکچر ہوگیا ہے اس کے بازو میں۔“

”اوہ۔ زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں؟“

”نہیں کل حسان گیا تھا اس کی طرف، کل آئے گا۔“

”کل تو ہمارا آخری دن ہے ناں پھر۔“

”ہاں پھر شاید کبھی ملاقات نہ ہو۔“ نائید بھی افسردہ ہوگئی۔

”میں تو گوجرانوالہ جارہی ہوں میرے ابا، حقیقی والے بہت بیمار ہیں نا۔ ہم سب ہی جارہے ہیں امی اور ابو بھی اب وہاں ہی رہیں گے، اماں ابا کی خواہش ہے کہ ہم وہاں

رہیں۔ دراصل میری منگنی میرے چچازاد سے ہورہی ہے جو شادی کے بعد مجھے اپنے ساتھ سعودیہ لے جائے گا۔“

” اور ایک دن سوی بی بی بھی شادی کرکے کسی دور دیس چلی جائیں گی۔“

حسان جانے کب وہاں آگیا۔ اس کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں اور شاید اس نے دو دن سے شیو بھی نہیں کی تھی۔

”یہ تم لڑکیاں آخر بیاہ کر دور دیس کیوں چلی جاتی ہو خوش ہو کر۔“

”ہم کب خوش ہوتی ہیں دور دیس میں جا کر۔“ نائید کی پلکیں نم ہوگئیں۔

میں نے حسان کی طرف دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح بے تکی سی بات کرکے اب فراز کے متعلق بتا رہا تھا کہ کیسے اس کا سکوٹر پھسل گیا اور وہ۔۔

”حسان تم نے اپنا گھر پھر چھوڑ دیا، بھلا کوئی یوں بھی ناراض ہو کر گھر چھوڑتا ہے۔ تم ہی ان کی بات مان لیتے مینٹل ہاسپٹل بنوانا کوئی ضروری تو نہیں۔“

”مان تو لی تھی ان کی بات لیکن کیا اپنے سارے خوابوں سے دستبردار ہوجاؤں۔ ایک بات میں نے ان کی مانی ہے ایک وہ مان لیتے۔“

”تمہارا پہلا خواب تھا مینٹل ہاسپٹل بنوانا اور دوسرا خواب کیا تھا اس سے پہلے تو تم نے نہیں بتایا۔“

نائید نے پوچھا تو بے اختیار ہی میرے لبوں سے نکل گیا۔

”کہیں کسی سے محبت تو نہیں کر بیٹھے حسان۔“

اس نے بڑی عجیب نظروں سے مجھے دیکھا۔

”محبت کو پہچانتی ہو سمعیہ احمد۔“

میں نے ہاں ہاں کہتے لب بھینچ لیے تو وہ کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا اور پھر یکدم مڑا اور جدھر سے آیا تھا ادھر ہی تیز تیز قدموں سے چلا گیا۔

”یہ حسان کچھ عجیب سا نہیں ہوگیا۔“ میں نے نائید کی طرف دیکھا۔

"تمہیں آج محسوس ہوا ہے میں تو جب سے چھٹیاں گزار کر آئی ہوں ایسے ہی لگ رہا ہے، خفا خفا اور ناراض سا حالانکہ گھر تو اس نے اب چھوڑا ہے کوئی چھ سات دن پہلے۔"

اور اس روز ہمیں حسان پھر نظر نہیں آیا شاید وہ ہوسٹل چلا گیا تھا حالانکہ سر بخاری نے بھی اس کا پوچھا تھا۔ اگلے روز بھی وہ لیٹ آیا تھا یہ ہمارا آخری دن تھا، یہاں اس انسٹیٹیوٹ میں۔ فراز بھی پلاسٹر چڑھے بازو کے ساتھ آیا تھا۔ نائید نے ہم سب سے ہمارے نمبرز لیے تھے فراز اور حسان نے بھی اپنے سیل نمبرز ہمیں دیے۔

"کبھی یاد کر لیا کرنا۔" فراز نے نائید کو نمبر دیتے ہوئے کہا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی فراز، مجھے اپنے ہونے والے میاں کے مزاج کا کچھ اندازہ نہیں اگر شکی مزاج ہوا تو۔۔۔ لیکن میں تمہیں اور حسان کو ہمیشہ اپنی اچھی یادوں میں محفوظ رکھوں گی۔"

اس کی آنکھیں تو فوراً برسنے لگتی تھیں۔

"تم بھی تو کچھ کہو نا کیا تم بھی۔۔۔"

فراز نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں فیضان تو بہت براڈ مائنڈڈ ہے۔" میں نے سوچا اور مسکرا دی۔

"میں فون کروں گی تم دونوں کو، لیکن اگر بیویاں خونخوار ہوئی اور انہوں نے کہا اے لڑکی تم کون ہوتی ہو میرے میاں کو فون کرنے والی۔۔۔"

"ہاں یہ سوچنے والی بات ہے بس تم ہمارے حق میں دعائے خیر کرتی رہنا کہ ہمیں اچھی بیویاں ملیں، تمہارے جیسی۔"

فراز کے ہونٹوں پر شریری مسکراہٹ تھی۔

"تو تم دونوں نے ہی کیوں نہ سوچا ہمیں۔"

نائید نے روتے روتے سر اٹھا کر بنا سوچے سمجھے کہا اور پھر زبان دانتوں تلے دبا

لی میں بے اختیار ہنس دی۔ حسان اس تمام وقت میں خاموش بیٹھا گھاس توڑتا رہا۔

"حسان اپنے پپا مما سے صلح کر لو۔"

جاتے جاتے میں نے اسے نصیحت کی۔

"یوں اس طرح ناراض ہو کر گھر نہیں چھوڑتے حسان، اپنا گھر اپنے لوگ انسان ان سے ہی تو معتبر ہوتا ہے۔"

وہ کچھ نہیں بولا تھا اور میں گھر آ گئی۔ زندگی کا ایک اور چیپٹر کلوز ہو گیا تھا بہت سارے خوشگوار دنوں پر مبنی یہ سال میری یادوں کی کتاب میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس روز میں اندر سے بہت اداس رہی تھی حالانکہ فیضان نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے اپنی مما سے اور پپا سے میرے متعلق بات کر لی ہے۔ مما تمہیں دیکھنے کو بے تاب ہیں سوئی اپنے اکلوتے بیٹے کی پسند کو اور شاید آج رات ہی وہ پھوپھو سے بات کریں گی لیکن مما بڑے دنوں بعد آج صبح ہی اسلام آباد گئی تھیں، صرف چند دنوں کے لیے اور ان چند دنوں میں فیضان کی رفاقت نے میری اداسی بہت حد تک دور کر دی تھی اور اب میں صرف فیضان کے متعلق سوچ رہی تھی۔

میں سمیعہ احمد شاید دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکیوں میں سے ایک تھی میرے پاس سب کچھ تھا مما پپا، ان کی شفقتیں عریان اور ردمی کی محبتیں، یہ خوبصورت گھر میرا شہر محبت اور پھر سب سے بڑھ کر فیضان کی محبت، اس کی چاہت اس کی وارفتگی۔ ہاں میں واقعی دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تھی۔ بھلا اس کے علاوہ کسی لڑکی کو اور کیا چاہ ہو سکتی ہے۔

میرا دل چاہا میں دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر اپنی ایڑی پر گھوم جاؤں اور پھر گھومتی جاؤں اور مست کر دینے والی خوشبوئیں میرے اندر اترتی جائیں۔ چنبیلی اور موتیے کی خوشبوئیں جو میرے گھر کی ہواؤں میں بکھری تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی فیضان نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی مما نے پھپھو سے بات کر لی ہے اور وہ شوخ ہو رہا تھا۔

"اب فاصلے مٹنے والے ہیں۔"

وہ شوخ شوخ گہری گہری نظروں سے مجھے تکتا ہوا ریان کے کمرے کی طرف چلا گیا تھا اور میں اس روز کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ایک بار روی میرے کمرے میں آئی تھی میں نے یونہی ایک کتاب اٹھالی تھی۔

''ان دنوں تم بہت بور ہوگئی ہو سوی۔''

اس نے گلہ کیا تھا۔

''پتا نہیں کن خیالوں میں گم رہتی ہو۔''

''ناراض ہو۔''

میں نے کتاب رکھ کر اسے گدگدایا تو وہ ہنسنے لگی۔

''پلیز نہیں۔۔سوی ایسے مت کرو۔''

''تو ناراض نہیں ہونا۔''

''لیکن تم نے کیا کہا تھا کہ میرے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو گی مجھے میڈم آسیہ کے لیے ایک گفٹ لینا ہے ان کی برتھ ڈے پر بھجواؤں گی۔''

میڈم آسیہ میری بھی پسندیدہ ٹیچر تھیں۔

''چلو ابھی چلتے ہیں۔'' میں روی کو ناراض نہیں کر سکتی تھی کبھی بھی نہیں۔

''اور پتا ہے دو دن بعد فیضان بھائی کی بھی برتھ ڈے ہے۔'' اس نے بتایا۔

''مجھے ان کے لیے بھی گفٹ لینا ہے۔''

''اچھا لے لینا لیکن تمہیں کس نے بتایا؟''

مجھے اس کی معلومات پر حیرت ہوئی۔

''میں نے خود پوچھی تھی ان کی ڈیٹ آف برتھ لیکن آپ ان کو نہ بتانا میرے گفٹ دے کر میں سرپرائز دوں گی انہیں۔''

''اور میں، مجھے بھی تو کچھ لینا چاہیے نا۔'' میں نے سوچا اور کچھ کتابیں خریدی تھیں۔ آج کل فارغ ہوں پڑھوں گی۔ میں نے روی کو بتایا تھا۔

اس کے ساتھ شاپنگ کر کے جب میں گھر آئی تو اندھیرا تھا اور اگر بیا دیکھ لیتیں تو ناراض ہوتیں۔گو ہم ڈرائیور کے ساتھ ہی جاتے تھے لیکن بیا کہتی تھیں مغرب سے پہلے گھر آجایا کرو مجھے نہیں پسند لڑکیوں کا آدھی رات تک مارکیٹوں کے چکر لگانا۔

بیا اپنے پورشن میں تھیں ہم دونوں جلدی جلدی اپنے اپنے کمروں میں گھس گئیں۔پورچ میں پپا کی گاڑی نہیں تھی گویا وہ ابھی تک آفس سے نہیں آئے تھے میں نے کتابیں ایک طرف رکھیں اور فریش ہو کر جیناں کو چائے بنانے کا کہا۔میں پہلے تو چائے کی عادی نہ تھی بیا چائے پینے ہی نہیں دیتی تھیں۔انٹرن شپ کے چھ مہینوں کے دوران اچھی خاصی عادی ہوگئی تھی اس وقت ہلکا سر درد بھی شاید اس لیے محسوس ہو رہا تھا کہ میں نے شام میں چائے نہیں پی تھی۔روی تو جب بھی شاپنگ کے لئے جاتی تھی تھک جاتی تھی اور آج تو ہم نے چکر بھی بہت لگائے ایک شاپ سے دوسری شاپ تک، روی کو کوئی گفٹ پسند ہی نہیں آتا تھا۔

وہ اب بیڈ پر پڑی ہوگی، تھکی ہاری۔میں نے سوچا اور چائے پی کر اٹھ کھڑی ہوئی میں ہاتھ میں ایک کتاب پکڑے بیا کی طرف جا رہی تھی لیکن واقعی میں بیا کی طرف جا رہی تھی یا دل میں کہیں فیضان کو دیکھنے کی چاہ بھی تھی۔ہمارے شاپنگ پر جانے سے پہلے وہ اور ریان کہیں چلے گئے تھے مما کی گاڑی میں۔یہ نئی گاڑی مما نے کچھ ہی دن پہلے لی تھی اور وہ ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔میں نے سوچا تھا فیضان کے آنے تک بیا کے کمرے میں بیٹھ کر پڑھوں گی اور فیضان کی عادت تھی وہ باہر سے آتا تو پہلے بیا کو ضرور سلام کرنے ان کے کمرے میں جاتا تھا اور پھر اپنے کمرے میں جاتا تھا۔بیا کے کمرے کے بالکل ساتھ بائیں طرف اس کا بیڈ روم تھا۔

میں اپنے ہی دھیان میں مگن بیا کے کمرے کے دروازے تک پہنچی اور ابھی میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ٹھٹھک کر رک گئی، اندر سے مما کی آواز آرہی تھی۔

''بیا میں بہت اپ سیٹ ہوں۔''

''اس میں اپ سیٹ ہونے کی کیا بات ہے جیا، بیٹیوں کو ایک دن رخصت کرنا ہی ہوتا ہے۔''

''آپ میری بات نہیں سمجھ رہیں پیا۔'' مما کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

''بھابھی نے سوی کے لیے کہا ہے، فیضان کا رشتہ سوی کے لیے مانگا ہے۔''

''ہاں ہاں بتایا تو ہے تم نے، فیضان اچھا لڑکا ہے تمہیں اعتراض ہے کیا؟''

پیا بہت پر سکون سی تھی اور میرا دل مانو میرے سینے سے نکل کر جسم کے ہر حصے میں دھڑکنے لگا تھا۔

''میں نے کب کہا ہے کہ فیضان میں کوئی برائی ہے۔ میرے بھائی کا اکلوتا بیٹا ہے مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز اور پیارا ہے لیکن پیا میری خواہش تھی کہ فیضان کا رشتہ روی سے طے پاتا اور میں نے اس لیے بھائی جان سے کہا تھا کہ وہ فیضان کو ضرور ساتھ لائیں اور میں نے اپنی خواہش بھی بتادی تھی انہیں۔''

میرا دل جیسے میرے وجود کے اندر ساکت ہو گیا یہ مما کیا کہہ رہی ہیں۔ آخر وہ ایسا کیوں چاہتی ہیں اور روی تو ابھی بہت چھوٹی ہے اور فیضان تو مجھ سے بھی چار سال بڑا ہے۔

اور یہی بات پیا نے کہہ دی۔

''کیا کہہ رہی ہو جیا روی تو ابھی بہت چھوٹی ہے، اور پھر فیضان نو سال بڑا ہے اس سے۔''

''تو کیا ہوا۔ فصیح بھی تو مجھ سے دس سال بڑے ہیں اور روی بھی کوئی چھوٹی نہیں ہے اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے۔ دو سال تک گریجوایشن کرلے گی تو شادی کر دیں گے۔''

''لیکن آخر جیا سوی اور فیضان کے رشتے میں کیا برائی ہے؟'' پیا کی آواز پست تھی میرا تو سارا وجود کان بنا ہوا تھا۔

''جیا میں اپنے بھتیجے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔''

میرا دل جیسے نیچے پاتال میں گر گیا میری سماعتوں میں ایک لفظ زندہ رہ گیا ''اپنی بیٹی''

''تو کیا سوی تمہاری بیٹی نہیں وہ بھی تو۔۔''

''نہیں ہے وہ میری بیٹی پیا آپ جانتی ہیں نہیں ہے وہ میری بیٹی۔ آپ فون کریں بھائی کو سمجھائیں۔''

وہ پتا نہیں اور کیا کیا کہہ رہی تھیں لیکن میرے اردگرد جیسے زندگی مر گئی تھی میری سماعتیں ختم ہو گئی تھیں میں کچھ نہیں سن رہی تھی۔ میرے اردگرد جیسے سب کچھ ساکت تھا پھر مجھے لگا جیسے میں کسی بڑی اونچی بلڈنگ کی بیس منٹ میں بند ہو گئی ہوں اور پوری عمارت دھڑ دھڑ میرے اوپر گر رہی ہے۔ میں بھاری ملبے تلے دب گئی ہوں میرا سانس بند ہو رہا ہے اور میری چیخیں میرے اندر ہی گھٹ گئی ہیں۔ پتا نہیں کتنی دیر میں اس کیفیت میں کھڑی رہی پھر ہولے ہولے میرے گرد آوازیں زندہ ہونے لگیں اندر سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز آئی میرے کانوں نے کسی بھی لفظ کو وصول نہیں کیا تھا۔

تو کیا میرا ''شہر محبت'' اجڑ گیا۔

کیا اس کی دیواریں اور چھتیں میرے اوپر آ پڑی ہیں۔ میں نے حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھا سب ویسا ہی تھا۔ سامنے لان میں درختوں کے پتے تیز ہوا سے ہل رہے تھے فضا میں موتیے، رات کی رانی اور گلاب کی مہک تھی۔ ٹی وی لاؤنج کے باہر جلنے والی لائٹ اسی طرح جل رہی تھی۔

''نہیں!''

میرے لبوں سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

''نہیں!''

اور پھر میں تقریباً دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف لپکی۔ یہ گھر میرا نہیں تھا یہ

کمرہ میرا نہیں تھا یہ سب لوگ میرے نہیں تھے جن سے آج تک میں بے تحاشہ محبتیں کرتی آئی تھی اور جنہیں ہمیشہ میں نے اپنا سمجھا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے یکدم ہی اس گھر کی ساری دیواریں ساری چھتیں مجھ پر آپڑی ہوں اور میرا وجود ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا ہے۔ میری سماعتوں میں صرف وہی الفاظ تھے جو مما کے لبوں سے نکلے تھے۔

''سوی میری بیٹی نہیں ہے بیا آپ جانتی ہیں۔''

بیا جانتی تھیں لیکن انہوں نے کبھی میرے شک کی تائید نہیں کی تھی کبھی مجھے نہیں بتایا تھا کہ میں۔۔۔

میں اپنے بیڈ پر گھٹنوں کے گرد دونوں بازو لپیٹے بیٹھی تھی میں نے اپنے کمرے کی لائٹ نہیں جلائی تھی دروازہ لاک کر دیا تھا۔ میں اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی مجھے پتا تھا مجھے کوئی نہ کوئی ڈنر کے لیے بلانے آئے گا اور رات کے کسی پہر ہمیشہ کی طرح روی اٹھ کر میرے کمرے میں آجائے گی، اگرچہ اب وہ کبھی کبھار اپنے کمرے میں ہی سو جاتی تھی لیکن وہ زیادہ تر میرے کمرے میں آجاتی تھی اور میں۔۔۔ نہیں جانتی تھی مجھ پر کیا گزر رہی ہے جو بھی گزر رہا تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں کیا تھا شاید میں ٹوٹ رہی تھی بکھر رہی تھی۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں ان میں ریت بھری تھی اور میرے اندر جیسے سب کچھ ڈھے گیا تھا۔ باہر آوازیں زندہ ہو گئی تھیں شاید جیناں نے دروازہ بھی کھٹکھٹایا ڈرائنگ روم سے برتنوں کی آوازیں بھی آئیں تھیں اور میرے دروازے کے باہر بیا نے شاید کسی سے کہا تھا سو گئی ہو گی آج تھک بھی تو بہت گئی تھی۔

اور پھر شاید رات کو کسی وقت روی نے دستک دیتے ہوئے مجھے پکارا تھا لیکن میں پتھر بنی ہوئی تھی یونہی گھٹنوں پر سر رکھے بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھی رہی تھی۔ مجھے کچھ یاد نہیں آرہا تھا جیسے ریکارڈ کی سوئی بار بار ایک جملے پر اٹک جائے میرے اندر بھی بس تکرار جاری تھی۔

''وہ میری بیٹی نہیں۔''

''میں اپنی بیٹی کو ڈاکٹر بنانا چاہتی تھی۔''

یہ رات کتنی طویل تھی اس رات کی صبح کب ہوئی تھی مجھے نہیں پتا، میں نے تو یوں ہی بیٹھے بیٹھے رات گزار دی تھی۔ جب میری کھڑکی کے باہر سے چڑیوں کی چوں چوں اور دوسرے پرندوں کی چہکار سنائی دی تھی تو میں اسی طرح بیٹھی تھی یوں ہی گھٹنوں پر سر رکھے اور بازو لپیٹے۔

کل تک میں ان آوازوں کو اپنے بیڈ پر لیٹے بہت خوشی اور مسرت سے سنتی تھی جو مجھے صبح ہونے کا پیغام دیتی تھیں لیکن آج ان آوازوں نے بھی میرے ساکت وجود میں جنبش نہیں کی تھی پھر کچھ دیر بعد مجھے باہر آہٹیں سنائی دینے لگیں، یہ آہٹیں جینا اور قاسو کی تھیں جینا صبح صبح سب ملازموں کو ناشتہ دے دیتی تھی۔ چوکیدار، ڈرائیور، مالی اور وہ خود ناشتہ کرنے کے بعد بیا، مما، پپا کے لیے بیڈ ٹی دم کر کے ان کے بیڈ رومز میں لے جاتی تھی لیکن جب سے فیضان آیا تھا وہ فیضان کے لیے بھی بیڈ ٹی اس کے روم میں ہی لے کر جاتی تھی اور فیضان کا خیال آتے ہی میں چونکی۔

فیضان۔۔۔ پوری رات میں نے فیضان کے متعلق ایک بار نہیں سوچا۔ میری نئی نویلی محبت اجڑ گئی تھی ابھی تو اس محبت نے میرے دل کے گلشن میں آنکھ کھولی ہی تھی ابھی تو میں اس کی خوشبو کو صحیح طرح سے محسوس بھی نہیں کر سکی تھی کہ۔۔۔ اور میری سماعتوں میں جیسے کچھ اور لفظ زندہ ہو گئے ہاں جب میں بیا کے کمرے کے باہر کھڑی تھی اور اس گھر کی دیواریں مجھ پر گر رہی تھیں تب ہاں تب مما نے کہا تھا۔

''بیا روی بھی فیضان کو بہت پسند کرتی ہے میں نے پوچھا تھا اس سے۔''

ہاں شاید مما نے ایسا ہی کچھ کہا تھا میں نے گھٹنوں سے سر اٹھا کر خالی خالی نظروں سے دوسرے بیڈ کی طرف دیکھا جہاں اکثر روی سو جاتی تھی لیکن آج روی نہیں تھی ہاں آج میں نے خود ہی تو دروازہ نہیں کھولا تھا۔

اور کیا ہوا جو روی فیضان کو پسند کرتی ہے۔ روی کو تو ہر وہ کام پسند ہے جو مجھے پسند

ہے، اسے ہر وہ بندہ اچھا لگتا ہے جو مجھے اچھا لگتا ہے، ہر ڈش اس کی پسندیدہ ہے جو مجھے پسند ہے۔ میں نے خالی خالی ذہن کے ساتھ سوچا تھا اور بس فیضان کا خیال چند لمحوں کے لئے میرے دل میں آیا تھا۔ میں نے دوبارہ گھٹنوں پر سر رکھ دیا تھا اور ایک بار پھر میرے اندر ماتم بپا ہو گیا تھا۔ میرے دل میں کوئی بیٹھا رو رہا تھا، سسک رہا تھا، بین کر رہا تھا لیکن یہ ماتم محبت کے بچھڑ جانے کا نہیں تھا یہ ماتم تو اپنے بے شناخت ہونے کا تھا۔ میں کون تھی؟ کس کی بیٹی تھی؟ یہاں کیسے آئی تھی؟ اس وقت میں نے نہیں سوچا تھا میرا دکھ صرف یہ تھا کہ میں ان سب کی کچھ نہیں تھی۔ کمرے میں پھیلا ملگجا اندھیرا کم ہو گیا تھا شاید سورج نکل رہا تھا۔ میں ہولے سے اٹھی اور بوجھل قدموں سے واش روم میں جا کر آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن میری آنکھیں اسی طرح جل رہی تھیں اور ان میں بدستور ریت اڑتی رہی میں کیا کرنا چاہتی تھی اور مجھے کیا کرنا تھا میں نہیں جانتی تھی لیکن میں اپنی ضروری چیزیں اکٹھی کرتی پھر رہی تھی جیسے میں کسی کے زیر اثر تھی پھر میں نے اپنے ضروری کاغذات اور چند جوڑے کپڑے ایک بیگ میں رکھے تھے۔ مجھے آگے چل کر کن چیزوں کی ضرورت پڑے گی میں نہیں جانتی تھی پھر بھی میں نے ایک بڑا اور ایک چھوٹا بیگ ضروری اور غیر ضروری چیزوں سے بھر لیا تھا۔ کیا میں اس گھر کو چھوڑ کر جا رہی تھی؟ میں نے حیرت سے خود سے پوچھا تھا یہ گھر میرا شہر محبت اور میرے اندر سے جواب آیا تھا ہاں یہ گھر میرا نہیں ہے اس لیے مجھے یہاں نہیں رہنا تھا میں وہ ساری محبتیں بھلائے بیٹھی تھی جو اب تک مجھے زندگی میں اس گھر میں ملی تھیں۔ میرے ذہن میں شاید یہ ہی رہ گیا تھا کہ میرا اس گھر اور اس کے مکینوں سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ اس وقت مجھے وہ ننھا سا کاغذ بھی نہیں یاد آ رہا تھا جس نے میرے یقین کو پختہ کیا تھا "سمیعہ احمد ولد فصیح احمد" بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے میرے آنکھوں میں ہلکی سی نمی اتر آئی تھی شاید میں رو دیتی لیکن دوسرے ہی لمحے پھر ریت اڑ رہی تھی۔ مجھے سب کے جاگنے سے پہلے یہ گھر چھوڑ دینا تھا، میں نے جیسے فیصلہ کر لیا تھا۔ میں نے ٹیبل پر پڑا اپنا فون اٹھایا تھا اور نائید کو رنگ کیا لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ وہ تو گوجرانوالہ جا چکی ہے تب جو پہلا

خیال میرے ذہن میں آیا وہ حسان کا تھا۔

"ہیلو!"

حسان کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سن کر میرے اندر جیسے سمندر ابلنے لگے۔

"حسان!"

"کیا ہوا۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا سمیعہ؟" ایک دم اس کی آواز سے نیند غائب ہو گئی۔

I Need Your Help (مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے)

"کیا ہوا سمیعہ فار گاڈ سیک کچھ بتاؤ تو۔" بے چینی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"حسان میں۔۔۔"

میری سسکی نکل گئی اور میں نے فون یکدم بند کر دیا۔ یہ میں نے حسان کو فون کیوں کیا وہ بھلا کیا کر سکتا ہے وہ تو خود ہاسٹل میں رہتا ہے اور پھر حسان۔۔۔

میرا موبائل بج رہا تھا یہ یقیناً حسان تھا میں نے نمبر دیکھے بغیر پاور آف کر کے اسے پرس میں ٹھونسا وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور مجھے یہاں سے چلے جانا تھا بس۔۔۔ نائید کی ایک کزن نیو کیمپس ہوسٹل میں رہتی ہے فیصل آباد سے آئی تھی آج کا دن کم از کم اس کے پاس رہ سکتی ہوں یہ خیال آتے ہی میں نے فائل سے کاغذ نکال کر روی کی طرف خط لکھا تھا۔

"جان سے پیاری روی آج میں شہر محبت سے جلا وطن کر دی گئی ہوں میں نہیں جانتی میں کہاں جاؤں گی لیکن یہاں اس گھر میں میرا کچھ نہیں ہے (کیا واقعی) خط لکھتے لکھتے میں نے سوچا تھا کیا واقعی میرا یہاں کچھ نہیں تھا میرا بچپن، میرا لڑکپن، میری ہنسی، میرے آنسو، میرے لفظ کیا کچھ نہیں ہے یہاں میرا۔ روی، ریان، پپا، بیا۔

مما کہتی ہیں میں ان کی بیٹی نہیں ہوں میرا تم سب سے کوئی رشتہ نہیں اور اجنبی لوگوں کا بھلا شہر محبت میں کیا کام۔ مما، پپا، بیا، تم اور ریان سب مجھے معاف کر دینا لیکن رو مو

میری جان میرے اندر تو ڈھول اڑتی ہے اب اور برسوں کی پیاس اور تشنگی سے کانٹے اگ رہے ہیں میرا پورا وجود بکھر کر ریزہ ریزہ ہوگیا ہے پتا نہیں جڑ بھی پاؤں گی یا نہیں۔ خدا تم سب کو ہمیشہ بہت خوش رکھے ریان کا بہت خیال رکھنا بہت زیادہ۔"

پھر اس سے آگے کچھ لکھا ہی نہ گیا میں نے قلم یونہی ٹیبل پر رکھ دیا اور خود اٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھے لگا جیسے میں نے کچھ اور لکھا تو میرا ضبط ختم ہوجائے گا اور میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگوں گی۔ میں نے آہستگی سے دروازہ کھولا سب کے کمرے بند تھے صرف کچن سے برتنوں کی کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھیں شاید جیناں سب ملازمین کا ناشتہ بنا رہی تھی۔ میں نے آہستگی سے لاؤنج کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی باہر پورچ میں تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں میں بیگ گھسیٹتی ہوئی پچھلے لان کی طرف آئی اور پچھلا گیٹ کھول کر باہر سڑک پر آگئی۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ میں نے حسان سے کہا تھا کہ وہ گھر نہ چھوڑے اور آج خود میں نے یہی کیا تھا حالانکہ اس گھر میں مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ مجھے وہ سب ملا ہوا تھا جو رومی یا ریان کے پاس تھا۔ نہ میں سنڈریلا تھی اور نہ ہی مما سنڈریلا کی ماں کی طرح ظالم تھی۔ کیا میں خود غرض ہوں سڑک کے کنارے چلتے چلتے میں نے سوچا ابھی بہت صبح تھی اور مجھے کوئی رکشہ یا ٹیکسی نظر نہیں آرہی تھی اور دوسرے ہی لمحے میرے اندر جھکڑ چلنے لگے تھے۔

"وہ میری بیٹی نہیں بیا آپ جانتی ہو نا۔"

کیا تھا اگر مما یہ نہ کہتی وہ یوں ہی رومی کی شادی فیضان سے کر دیتی تو کیا میں منع کر دیتی رومی مجھے بھی تو بہت پیاری ہے اور اگر رومی کو۔۔۔ تو تب ہی ایک گاڑی کے بریک چرچرائے تھے اور وہ قریب سڑک پر رک گئی اور پھر اس کا دروازہ کھولتے ہوئے حسان نے مجھے آواز دی تھی۔

"سوی۔۔۔ سمیعہ تم یہ کہاں جا رہی ہو؟"

اسکے لہجے میں حیرت تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہا

تھا۔

"اور تم کہاں جا رہے ہو؟"

میں نے نظریں جھکا لیں۔

"تمہاری طرف ہی جا رہا تھا تم کیا سمجھ رہی تھیں کہ تمہارا فون سننے کے بعد میں چادر اوڑھ کر سو جاتا۔ تم نے تو آرام سے I Need Your Help کہہ کر فون بند کر دیا تھا اور وہاں مجھ پر کیا کیا گزر گئی کہ خدا جانے کیا ہوا ہے اور اب مزے سے یہاں چہل قدمی کر رہی ہو۔"

وہ غصے سے کہتا مجھے ذرا بھی برا نہ لگا۔

"وہ میں نے سوچا تمہیں خواہ مخواہ پریشان نہ کروں۔"

"پریشان کرنے کے بعد سوچنے کا کیا فائدہ۔"

"Sorry حسان!"

میں شرمندہ ہوگئی۔

"بیٹھو ادھر اور بتاؤ کہاں جانا ہے؟"

اس نے نیچے اتر کر میرا بیگ پچھلی سیٹ پر پھینکا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے اور اس وقت کہاں جا رہی ہو بیگ سمیت؟"

"میں نے گھر چھوڑ دیا ہے حسان پلیز مجھے اس وقت نیو کیمپس ہوسٹل میں چھوڑ دو۔"

میری آواز بھرا گئی۔ اس کے اسٹیرنگ پر دھرے ہاتھ ذرا دیر کو ساکت ہوگئے تھے۔

"تم نے گھر چھوڑ دیا، لیکن کیوں۔"

حیرت، افسوس، دکھ کیا کچھ نہ تھا اس کے لہجے میں اور میرے اندر سے جیسے سوتے پھوٹ پڑے، رات بھر کے رکے ہوئے آنسو بہہ نکلے تھے۔ پتا نہیں کتنی دیر ہوگئی تھی وہ ادھر

ادھر مختلف سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔

''خدا کے لیے سمیعہ اب بس بھی کرو نہیں تو میں بھی رونے لگوں گا یا گاڑی کسی درخت سے ٹکرا دوں گا، کچھ تو بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟''

اور تب اپنے آنسو پونچھتے ہوئے میں نے سب کچھ بتا دیا۔ وہ خاموشی سے سب سنتا رہا۔

''اور اب تم کیا کرو گی؟''

''پتا نہیں میں فی الحال نائید کی کزن کے پاس جا رہی ہوں۔ آگے مجھے کیا کرنا ہے شاید میں کہیں جاب کر لوں اور کسی ہاسٹل میں رہنے لگوں۔ پتا نہیں ابھی تو میرے اندر سے خون رستا ہے حسان ابھی تو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔

''تم نے اس طرح گھر چھوڑ کر اچھا نہیں کیا سمیعہ، تمہیں وہاں ہی رہ کر اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے تھا کہ مما تمہاری سگی ماں نہیں باقی سب لوگ تو تمہیں بہت چاہتے ہیں اور وہ نازک سی لڑکی روی جو تمہارے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتی وہ کیا کرے گی۔''

میں نے حسان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن میرے آنسو پھر بہنے شروع ہو گئے تھے۔

''اچھا پلیز رو تو مت، میں سوچتا ہوں کچھ، اچھا چلو فی الحال میں تمہیں اپنی کزن کے گھر لے چلتا ہوں۔ مدحت میرے ماموں کی بیٹی ہے میری بہت اچھی دوست ہے وہ دونوں میاں بیوی ڈاکٹر ہیں آج کل اس کے ہسبنڈ کسی کانفرنس میں شرکت کرنے انگلینڈ گئے ہوئے ہیں وہاں تم آرام سے رہ سکتی ہوں بے فکر ہو کر۔''

''پلیز حسان مجھے تم کسی ویمن ہوسٹل میں ایک کمرا لے دو نا۔ ورکنگ ویمن کے لیے ایسے کئی ہوسٹل ہیں نا یہاں لاہور میں۔''

''او کے کر لیں گے کچھ، فار گاڈ سیک اس وقت خود کو ریلیکس کر لو مدحو کیا کہے گی کہ میں تمہیں۔۔۔''

''تم نہیں جان سکتے حسان میں اس وقت کس کرب سے، کس اذیت سے گزر

رہی ہوں۔ پوری رات میں نے کیسے گزاری ہے یوں لگتا تھا جیسے اس رات کی کبھی صبح نہ ہو گی کتنی طویل رات تھی حسان۔''

حسان خاموش ہی رہا تھا۔ مدحت اتنے سویرے حسان کے ساتھ مجھے دیکھ کر حیران ہوئی تھی لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا شاید اسے اپنے احساسات پر بہت قابو تھا۔ حسان نے اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی شاید سب کچھ بتا دیا تھا اسے، کیونکہ مجھے ڈرائینگ روم میں بٹھا کر وہ اس کے پیچھے ہی کچن میں چلا گیا تھا۔

''سمیعہ تم ریلکس ہو کر بیٹھ جاؤ میں دیکھتا ہوں ذرا وہ ناشتے میں کیا بنوانے لگی ہے۔ بھئی مجھے تو سخت بھوک لگی ہے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس کی بی بی بہت مزیدار پراٹھے پکاتی ہے۔''

وہ لہجے کو خوشگوار بناتا مجھے ہدایت دیتا باہر نکل گیا تھا لیکن مجھے لگا تھا ایک بار پھر میرا وجود پتھر ہو گیا تھا۔ میں ہاتھ گود میں رکھے ساکت بیٹھی تھی میری آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور ان میں ریت بھری ہوئی تھی۔ میں یہاں کیوں بیٹھی ہوں؟ میں نے کیوں گھر چھوڑا ہے؟ کم از کم میں پپا سے، پپا سے۔۔۔

میں سوچ رہی تھی جب مدحت میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے بہت آہستہ سے میرے کندھوں کو چھوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نرماہٹ تھی اور لہجے میں محبت کا نرم نرم سا تاثر۔

''تم ناشتہ کر کے ایک ٹیبلٹ لے کر سو جاؤ، رات بھر کی جاگی ہوئی ہو اگر گھر فون کرنا چاہو تو کر لو وہ لوگ پریشان ہوں گے۔''

میں نے خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

''نہیں مجھے فون نہیں کرنا میں نے خط لکھ کر رکھ دیا تھا۔'' میں نے خود کو کہتے سنا اور پھر اپنی گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ میں فیضان کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی۔ مما، پپا، ریان اور روی کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی۔ سامنے بیٹھے حسان کی نظریں مجھے اپنے

چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں، وہ بہت غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مدحت نے اسے کچھ کہا تھا میں نے سنا نہیں تھا شاید میری سماعتیں ایک بار پھر گونگی ہو گئی تھیں۔ کچھ دیر بعد ناشتہ آ گیا، مدحت نے خود میری پلیٹ میں آملیٹ اور سلائس رکھے۔

''بی بی پراٹھے بنا رہی ہیں۔'' اس نے بتایا۔

میں بالکل میکانکی انداز میں کھانے لگی۔ چائے کے ساتھ مدحت نے مجھے ایک چھوٹی سی تکونی گولی دی تھی شاید نیند کی گولی تھی۔ بغیر کچھ کہے وہ گولی میں نے کھا لی۔ میں خود اس سارے ماحول سے غافل ہو جانا چاہتی تھی۔ ناشتے کے بعد مدحت مجھے گیسٹ روم میں لے آئی۔

''تم آرام سے سو جاؤ کوئی تمہیں ڈسٹرب نہیں کرے گا۔''

پھر تین دن میں مدحت کے گھر رہی تھی۔ میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میرے بعد رومی، ریان اور پپا کا کیا حال گا۔ پتا نہیں میں اتنی خود غرض کیوں ہو گئی تھی۔

مدحت بہت پیاری، بہت محبت کرنے والی لڑکی تھی۔ اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ میں گھر لوٹ جاؤں۔ اس نے میرے گھر چھوڑنے کے عمل کو پسند نہیں کیا تھا لیکن اس نے مجھے واپس جانے کو مجبور نہیں کیا تھا مگر مجھے ہمیشہ یہاں تو نہیں رہنا تھا۔ چند دن بعد اس کا شوہر واپس آ جاتا اور میں چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی کوئی انتظام کر لوں اور یہی بات میں نے حسان سے کہی تھی جب حسب معمول وہ شام کو آیا۔

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں لیکن سومی۔۔۔۔''

''پلیز مجھے گھر واپس جانے کو مت کہنا، جو راستے چھوڑ آئی ہوں وہاں پلٹ کر نہیں جانا مجھے۔''

''پاگل ہو تم سمیعہ!''

اس نے تبصرہ کیا تھا لیکن اس سب کے باوجود اس نے میرے لیے جاب کا بندوبست کر لیا تھا۔

''یہ ایک انٹر کالج ہے اس کے ہوسٹل کے لیے وارڈن چاہیے۔ اخبار میں اشتہار آیا تھا میں نے تمہارے پیپرز بھیج دیے ہیں۔ انٹرویو کے لیے جانا ہے کل، ویسے اس کالج کا مالک مجھے جانتا ہے۔''

چار دن بعد اس نے بتایا، ان چار دنوں میں میں نے کتنی ہی دعائیں کر لی تھیں میں نے اور شاید اللہ نے میری دعا سن لی تھی۔ یہ جاب میرے لیے بہت مناسب تھی رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا اور شاید حسان نے اسی لیے اسے منتخب کیا تھا۔ یہ کالج قصور میں تھا۔

''یہ ایک پرائیویٹ کالج ہے شاید سیلری اچھی نہ ہو۔''

''کوئی بات نہیں حسان۔''

فی الحال تو مجھے سر چھپانے کا ٹھکانہ چاہیے تھا۔ یہ جاب مجھے مل گئی تھی جب میں حسان کے ساتھ جا رہی تھی تو مدحت نے ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''تم گھر میں فون ضرور کر لینا سومی!''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں جیسے ہر احساس سے عاری ہو چکی تھی۔

''سمیعہ! کیا تم فیضان سے محبت کرتی تھیں؟'' راستے میں حسان نے مجھ سے پوچھا۔

''ان دنوں تم بہت خوش نظر آتی تھیں۔ تمہاری آنکھوں اور چہرے پر رنگ ہی رنگ بکھرے تھے جیسے تمہیں بہت کچھ مل گیا ہو، ایسا جو مال و دولت سے بڑھ کر ہو جیسے کسی کی محبت۔۔۔''

شاید یہ وہ بات تھی جو پچھلے کئی دنوں سے وہ مجھ سے پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن پوچھ نہیں سکا تھا۔

''پتا نہیں!''

میں نے اپنے دل کو ٹٹولا لیکن اندر ہر طرف سناٹا تھا اور خاموشی تھی، تب میں نے

سامنے ونڈ سکرین سے باہر نظریں جمائے جمائے سوچا تھا کیا مجھے فیضان سے محبت تھی۔۔۔؟ شاید اس وقت میں خود کو بھی اس کا صحیح جواب نہیں دے سکتی تھی میرا اپنا۔۔۔اپنی ذات کا دکھ محبت کے دکھ سے زیادہ بڑا تھا۔ اتنا بڑا کہ میں نے یہ تک نہیں سوچا کہ میں کون ہوں۔ اگر میں مما کی بیٹی نہیں ہوں تو پھر میرے ماں باپ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ اور پورا ایک ماہ گزر جانے کے بعد ایک شام اپنے کمرے میں لیٹے لیٹے میں نے یہ بات سوچی تھی کہ میرے ماں باپ کہاں ہیں۔ کیا مما پاپا نے مجھے کسی یتیم خانے سے یا ایدھی ہوم سے لیا تھا۔ آٹھ برس تک مما کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی تب شاید انہوں نے سوچا ہو کہ مجھے گود لے لینا چاہیے۔ اس ماہ میں گو میں پوری طرح سنبھل چکی تھی تاہم میرے اندر کا سکوت کبھی کبھی ٹوٹ جاتا تھا خصوصاً جب حسان آتا تھا۔ وہ ہر ویک اینڈ پر مجھے ملنے ضرور آتا تھا اور اسکے جانے کے بعد پھر وہی سناٹے اندر بسیرا کر لیتے تھے۔ میں خود اپنی کیفیات سمجھنے سے قاصر تھی۔ کبھی کبھی آدھی رات کو اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی یوں لگتا جیسے باہر دروازے پر روی دستک دے رہی ہو، اس کی آواز میری سماعتوں میں گونجنے لگتی تھی۔

''روی دروازہ کھولو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' میں تنویمی کیفیت میں دروازے تک جاتی، باہر کوئی نہ ہوتا تھا۔ کہیں کہیں کسی لڑکی کے کمرے میں مدھم روشنی ہوتی اور کہیں سے باتوں کی آوازیں آ رہی ہوتیں۔

میں ایک گرلز ہوسٹل میں تھی۔ روی یہاں کہیں نہیں تھی اور تب میرا دل چاہتا کہ دیواروں سے سر پٹخ پٹخ کر چیخ چیخ کر روؤں اور روتی چلی جاؤں لیکن پھر میں ہونٹ بھینچ کر آنکھیں سختی سے بند کر لیتی۔ اس روز حسان کی گاڑی میں بیٹھ کر میں جو روئی تھی اس کے بعد پھر اندر صحرا اُگ آئے تھے۔ دور تک کہیں پانی کا قطرہ نہ تھا حالانکہ میں اس بڑے دکھ پر ہر روز رونا چاہتی تھی۔

''حسان! کہیں میں ذہنی مریض تو نہیں بن گئی۔ کیا تمہیں لگتا ہے میں پاگل ہونے والی ہوں؟''

''نہیں!'' وہ سنجیدگی سے کہتا۔ ''تم بالکل نارمل ہو، دراصل تمہیں شاک لگا ہے نا اس لیے۔ ہولے ہولے سنبھل جاؤ گی۔''

''سنو حسان!'' میں اس سے کہتی۔

''وعدہ کرو میں اگر پاگل ہو گئی تو تم مجھے اپنے مینٹل ہاسپٹل میں رکھو گے، دیکھو مجھے کسی پاگل خانے میں داخل نہ کروا دینا۔ وہاں دیکھی تھی نا مریض کی حالت۔''

''بکومت!''

حسان مجھے ڈانٹ دیتا لیکن وہ مضطرب سا نظر آتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے کھڑا ہو جاتا، ٹہلتے ہوئے بار بار مجھے دیکھتا۔ میں جانتی تھی وہ میرے لئے پریشان ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ میں پاگل ہو رہی ہوں کئی بار میں نے سوچا تھا۔

اور جب ایک ویک اینڈ پر حسان آیا تو میں نے اس شام سوچی ہوئی بات اس سے کہہ ڈالی۔

''حسان! میں بہت دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میرے والدین کون ہیں کیا ایسا ممکن ہے مجھے پتا چل جائے کبھی میں کون ہوں۔''

''تم نے اب سوچا ہے سمیعہ! جبکہ میں بہت دنوں سے سوچ رہا تھا لیکن میں چاہ رہا تھا تم خود سوچو، تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہو۔''

''تو یہ کیسے پتا چلے گا حسان؟''

''پپا کو فون کر کے پوچھ لو۔'' اس نے مشورہ دیا۔

''نہیں!'' میرے ہونٹوں سے فوراً نکلا۔

''نہیں، مجھے وہاں فون نہیں کرنا۔''

''تو پھر کیسے پتا چلے گا؟''

وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے اندر مایوسی پھیلنے لگی تھی۔ یہ بہت مشکل تھا اس طرح معلوم ہونا۔۔۔۔

''سنو!'' مجھے ایک دم یاد آیا۔

''ایک بار میں نے اپنا برتھ سرٹیفکیٹ دیکھا تھا اس پر لکھا تھا۔ سمیعہ احمد ولد فصیح احمد، جائے پیدائش عزیز ہاسپٹل۔''

''تو کیا۔۔۔۔آئی مین کیا تمہارے پپا فصیح احمد ہی ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہاری مما سگی نہیں ہیں۔ کیا خبر تمہارے پپا نے دو شادیاں کی ہوں۔''

''ہاں ایسا ہی ہوگا حسان!''

''اور پھر بھی تم نے گھر چھوڑ دیا سمیعہ! وہ سب تمہارے اپنے ہی تو تھے صرف مما۔۔۔''

''حسان میرے ساتھ چلو گے عزیز ہاسپٹل۔ وہاں سے ضرور پتا چل جائے گا میری مما کا نام۔''

''ہاں لیکن۔۔۔''

''پلیز چلو نا!''

میں اٹھ کھڑی ہوئی اور میں نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ میری کسی بات سے انکار نہیں کرتا تھا۔ وہ واحد شخص تھا جو میرا اس قدر خیال رکھتا تھا۔ ہر ہفتے مجھے ملنے آتا تھا وہ حق دوستی نبھا رہا تھا اور میں تھی کہ۔۔۔

''Sorry حسان! میں تمہیں بہت تنگ کرتی ہوں نا۔ تم بہت اچھے ہو تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ میں زندگی بھر کبھی تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔''

''بکومت!'' اس نے مجھے ڈانٹا۔

''دوستی کے رشتے میں احسان، شکریہ یا Sorry نہیں ہوتا۔''

لیکن حسان جس طرح ہر قدم پر میرے ساتھ تھا، کیا کوئی کسی کے لیے یوں بے غرض ہو کر، کر سکتا ہے، لیکن حسان تو تھا ہی ایسا ہر ایک کے لیے مخلص۔ ہاسپٹل کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے میرا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا تھا۔

''24 سال پہلے کا ریکارڈ۔۔۔لیکن ہم آپ کو کس طرح دکھا سکتے ہیں۔ آپ پہلے ڈاکٹر عزیز سے بات کریں۔'' حسان جس شخص کے سامنے کھڑا تھا وہ کہہ رہا تھا۔ تب ہی سامنے سے ایک نرس آئی۔

''کیا بات ہے حمید صاحب!''

''وہ میڈم، یہ صاحب 24 سال پہلے اس ہاسپٹل میں پیدا ہونے والے بچوں کا ریکارڈ دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''خیریت ہے جناب آپ کیوں یہ ریکارڈ دیکھنا چاہتے ہیں۔'' وہ خاتون اب حسان کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ غالباً اس ہاسپٹل کی ایڈمنسٹریٹر تھی۔

''دراصل میم یہ میری کزن ہے اسی ہاسپٹل میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کا خیال ہے کہ اس کے ب فارم اور میٹرک کی سند میں جو اس کی تاریخ پیدائش ہے وہ غلط ہے۔ یہ اپنی صحیح ڈیٹ آف برتھ معلوم کرنا چاہتی ہے۔''

حسان باتیں بنانے میں تو ماہر تھا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''سمیعہ احمد میرے پپا فصیح احمد ہیں۔''

''فصیح احمد!''

میڈم نے آنکھیں سکیڑیں۔

''وہ جو آرکیٹکٹ ہیں ان کی اپنی کنسٹرکشن کمپنی ہے اور۔۔۔''

''ہاں ہاں وہی۔'' میں بے ساختہ بولی تھی۔

''مجھے بالکل یاد ہے یہاں ان کی بیٹی پیدا ہوئی تھی، اسی ہاسپٹل میں اور ان کی مسز آج کل ایم این اے ہیں۔'' خاتون کی یادداشت غضب کی تھی۔

''اس ہاسپٹل کا نقشہ فصیح احمد نے ہی بنایا تھا اور اس ہاسپٹل بنانے کا ٹھیکہ بھی ان کی کنسٹرکشن کمپنی کو دیا گیا تھا۔ ابھی پچھلے دنوں بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان کی مسز بھی

ساتھ تھیں اور چھوٹی بیٹی بھی۔ غضب کی مشابہت ہے تم میں اور اس میں۔"

خاتون کو غالباً بولنے کی بیماری تھی۔ میرے دل میں ہوک سی اٹھی تھی روحی اور مما کے ذکر سے۔

"وجیہہ۔۔ ہاں یہی نام ہے نا تمہاری ماں کا۔ وہ جب یہاں ہمارے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوئی تھیں تو بہت گھبرا ہوئی تھیں، بہت خوفزدہ تھیں۔ شادی کے کافی عرصہ بعد ان کی اولاد ہوئی تھی نا۔ میں اکثر ان کے پاس بیٹھ کر انہیں تسلی دیتی رہتی تھی کہ میں خود دس سال بعد ماں بنی تھی لیکن وہ تو بہت ڈرتی تھی کہ کہیں پیچیدگی نہ ہو جائے کوئی، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا تھا نارمل کیس ہوا تھا اور دو دن بعد ہاسپٹل سے فارغ ہو گئیں تھیں۔"

میں نے الجھ کر حسان کی طرف دیکھا تھا۔ حسان خود بھی الجھ گیا تھا اور ان خاتون کی مدد سے وجیہہ فصیح احمد کی فائل بھی مل گئی تھی۔

"اور تم یونہی خواہ مخواہ۔۔۔"

حسان بے حد ریلکس ہو گیا تھا مما کا نام دیکھ کر لیکن میں تو اور الجھ گئی تھی۔

"خواہ مخواہ نہیں حسان! میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔ زبان سے صرف ایک بار سنا لیکن ان کے رویوں نے کئی بار احساس دلایا۔"

"چلو پہلے گھر چلتے ہیں پیاسے۔۔۔"

"نہیں حسان واپس قصور لے چلو مجھے۔" میرے لہجے کی سختی نے حسان کے لبوں سے مسکراہٹ چھین لی تھی پھر سارا راستہ اس نے بات نہیں کی۔

اب یہ گتھی شاید کبھی نہ سلجھ سکے۔ میں نے تب سوچا تھا لیکن کبھی کبھی وہ ہو جاتا ہے جو ہمارے تصور میں نہیں ہوتا اور میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ گتھی جو میرے خیال میں کبھی نہیں سلجھ سکتی تھی اچانک سلجھ گئی۔ شام کو روم نمبر اٹھارہ کی ایک لڑکی کی طبیعت خراب ہو گئی اسے وامٹنگ ہو رہی تھی اور بخار بھی بہت تیز تھا۔ لڑکیوں نے مجھے بتایا تو میں اسے قریبی ڈسپنسری پر لے گئی۔ اس ڈسپنسری میں صرف ایک ڈاکٹر بیٹھا تھا اس لیے اچھا خاصا رش تھا۔

بڑے سارے برآمدے میں سامنے دیوار کے ساتھ لکڑی کے بینچ پڑے ہوئے تھے جن پر مریض بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک طرف عورتیں اور دوسری طرف مرد۔ میں بھی اس لڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی لڑکی کے ساتھ اس کی ایک روم میٹ بھی تھی۔ اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے اچانک مجھے احساس ہوا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے نظریں اٹھائیں تو بالکل سامنے بیٹھا شخص جو ادھیڑ عمر کا تھا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ جھک کر اپنے ساتھ بیٹھی سانولی سی قدرے موٹی عورت کو سرگوشی میں کچھ کہتا اور پھر میری طرف دیکھنے لگتا۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے گھبراہٹ ہونے لگی تھی یہ شخص مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہا تھا۔ میں بے چین ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر بیٹھ گئی۔ میری ساری حسیں یکدم بیدار ہو گئیں تھیں۔ یہ شخص ضرور کوئی غنڈہ ہے حالانکہ شکل سے وہ خاصا مسکین لگ رہا تھا۔ یہ ضرور ہمارا تعاقب کر کے جان لے گا کہ ہم کہاں رہتے ہیں اور کیا خبر یہ لڑکیوں کو اغواء کرنے والے کسی گروہ سے متعلق ہو۔ میری ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ میں نے غور کیا وہ مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی توجہ قریب بیٹھی لڑکیوں کی طرف نہیں تھی۔ خدا خدا کر کے ہماری باری آئی تو میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ابھی اس کے آگے تین چار مرد بیٹھے تھے۔ میں ڈاکٹر کے روم سے نکل کر تیز تیز قدموں سے گیٹ کی طرف جا رہی تھی کہ یکدم مجھے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا وہی تھا۔ میرا رنگ زرد پڑ گیا۔

"سنیں پلیز رکیں۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا تو میں بالکل غیر ارادی طور پر رک گئی میں شاید اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں اس سے خوفزدہ ہوں۔

"وہ۔۔۔ وہ میں بہت دیر سے تمہیں دیکھ رہا تھا، تمہاری شکل عارفہ سے بہت ملتی ہے بلکہ تم تو بنی بنائی عارفہ ہو بالکل ویسا ہی قد بت، ویسی ہی رنگت وہی آنکھیں۔ میں سچ کہتا ہوں تمہیں دیکھ کر مجھے پہلے یوں ہی لگا تھا جیسے عارفہ کو دیکھ رہا ہوں۔ تم یقیناً عارفہ کی بیٹی ہو۔"

اب میں ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

''لیکن تم لوگ تو لاہور میں رہتے تھے۔ تم یہاں کیسے ہو اور یہاں اس ڈسپنسری میں۔ کیا فصیح احمد کا کاروبار تباہ ہو گیا ہے؟''

اب کے میں چونکی تھی۔

''آپ کو میرے پپا کا نام کیسے پتا چلا؟''

''تو تم فصیح احمد کی ہی بیٹی ہو نا! میرا خیال صحیح تھا بلکہ یقین تھا کہ تم عارفہ کی بیٹی ہو۔ بنی بنائی عارفہ ہو تم، لیکن شمو کہتی تھی میں پاگل ہو گیا ہوں دنیا میں بہت سے لوگوں کی شکلیں ملتی ہوں گی بھلا یہاں اس ڈسپنسری میں اتنے امیر باپ کی بیٹی کیونکر آئے گی۔''

میرے دل کی دھڑکن یکدم تیز ہو گئی تھی۔

''لیکن میری مما کا نام تو عارفہ نہیں ہے۔''

میں نے خود کو کہتے سنا تھا۔

''ہاں وجیہہ نام ہے نا تمہاری ماں کا، لیکن وہ تمہاری سگی ماں نہیں ہے۔ شاید تمہیں پتا نہیں ہے۔''

''مجھے علم ہے۔''

میں نے سر جھکا لیا تھا۔ میرے اندر ہل چل مچی تھی جیسے کسی نے ساکن ندی میں ایک ساتھ کئی پتھر پھینک دیے ہوں اور چھینکتے چلا جا رہا ہو۔

''تو فصیح صاحب نے تمہیں بتا دیا حالانکہ انہوں نے کہا تھا میں کبھی تم سے ملنے نہ آؤں کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں کبھی پتا نہ چلے کہ تم وجیہہ بی بی کی سگی بیٹی نہیں ہو۔''

اب ضبط کی طنابیں میرے ہاتھوں سے گرنے لگی تھیں۔ راتوں کی تنہائیوں میں جو میں نے بے آواز لبوں سے دعا کی تھی وہ اللہ نے سن لی تھی۔

''آپ کون ہیں اور عارفہ۔۔۔؟''

میری آواز لرز رہی تھی۔ ''وہ کہاں ہیں؟''

''میں تمہارا ماموں ہوں اور عارفہ وہ بے چاری تو تمہاری پیدائش کے پانچویں دن ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔''

ایک دم جیسے دل کے اندر کچھ ٹوٹ گیا تھا۔

''اصل میں اسے ٹی بی تھا نا لیکن تم یہاں کیوں ہو اور فصیح صاحب کہاں ہیں؟''

''میں یہاں جاب کر رہی ہوں پپا تو وہاں ہی لاہور میں ہیں۔''

''لیکن بھلا تمہیں جاب کی کیا ضرورت تھی؟'' اب وہ پوچھ رہا تھا۔

''مجھے بس شوق تھا۔''

میں نے مڑ کر لڑکیوں کو دیکھا جو مجھے باتیں کرتے دیکھ کر کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھیں۔

''اچھا اچھا!''

اس نے سر ہلا کر پیچھے دیکھا اور اس موٹی خاتون کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ تمہاری مامی ہے، کھانسی ہے اسے۔''

پھر قدرے بلند آواز میں بولا۔

''شمو ڈاکٹر صاحب کو دکھا کر خود ہی آ جانا ادھر یہ اپنی عارفہ کی بیٹی ہے نا میں اس کے پاس کھڑا ہوں۔''

بات کر کے وہ شخص پھر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے اپنے لیے محبت نظر نہیں آئی تھی بس سپاٹ سی نظریں تھیں۔

''آپ فصیح احمد۔۔۔ میرا مطلب ہے پپا کو کیسے جانتے تھے؟''

وہ میرے ابا ان کے آفس میں کلرک تھے۔ رفیع صاحب کے زمانے سے ہی نا، تو بہت عزت کرتے فصیح صاحب ان کی۔ فصیح صاحب کی اولاد نہیں تھی نا شادی کو آٹھ برس ہو گئے تھے تو۔''

تب ہی وہ خاتون جو بقول ان کے میری مامی تھی ہمارے قریب آ گئی۔

''دیکھ میں نہ کہتا تھا کہ یہ ہماری عارفہ کی بیٹی ہے۔'' وہ اب اس سے باتیں کرنے لگے تھے۔ خاتون کچھ دیر تک تو ان کی بات سنتی رہی اور میری طرف تنقید نظروں سے دیکھتی رہی۔ اس شخص سے جس نے خود کو میرا ماموں بتایا تھا شاید ایک ایک بات اسے بتا دی تھی تب ہی انہوں نے میری طرف رخ کیا۔

''کہاں نوکری کرتی ہو اور رہتی کہاں ہو؟''

''گرلز کالج کے ہوسٹل میں یہ ساتھ ہی۔''

''اچھا اچھا وہ جو ادھر باٹا شوز کے ساتھ ہے۔''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

''چلو نا ہمارے گھر، شبیر! لے چلو اسے اپنے گھر بچے خوش ہوں گے اپنی پھپھی کی بیٹی کو دیکھ کر۔''

''ہاں ہاں چلو نا بیٹی۔''

اب کے پہلی بار اس شخص نے مجھے بیٹی کہہ کر بلایا تھا۔

''لیکن وہ کہیں فصیح احمد صاحب ناراض نہ ہوں یہ سوچ لو۔۔۔''

اب وہ آدھی بات اپنی بیوی سے کر رہے تھے۔

انہوں نے وعدہ لیا تھا ابا سے کہ ہم لوگ کبھی۔۔۔''

''ارے چھوڑو بھاڑ میں گیا وعدہ۔ ہماری بچی ہے ہمارا حق نہیں ہے کیا اور پھر اسے کہہ دو نا، گھر نہ بتائے جا کر اپنے ماں باپ کو۔''

''کیوں بیٹی چلو گی نا ہمارے ساتھ ہمارے گھر؟''

وہ شوہر سے بات کرتے کرتے اچانک میری طرف دیکھتی تھی میں جو ہونق بنی ان کی باتیں سن رہی تھی چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

ماشاء اللہ سے دو بہنیں ہیں تمہاری تین بھائی ہیں۔ لو اب کیا خون سے خون جدا ہو سکتا ہے۔ میاں صاحب نے چار ٹکے دے کر کیا سمجھ لیا تھا کہ خون۔۔۔''

''چار ٹکے!''

میرا دل جیسے ڈوب گیا تھا تو یہ میرے رشتے دار میرے سامنے کھڑے ہیں انہوں نے مجھے پیا کے پاس بیچ دیا تھا، میں یکدم مڑی تھی۔

''میڈم پلیز چلیں نا، سائرہ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔''

اس کی روم میٹ نے کہا تو میں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی۔

''تو یہ تھی تمہاری شناخت اب خوش ہو جاؤ یہی جاننا چاہتی تھی نا تو جان لیا اب کیا کرلو گی۔'' میرا دل خود ہی میرے مد مقابل کھڑا ہو کر سوال کر رہا تھا وہ میرے والد، کیا وہ بھی میری ماں کی طرح اس دنیا میں نہیں ہیں۔

میں پوچھنا چاہتی تھی اس لئے میرے قدموں کی رفتار مدھم پڑ گئی تو وہ دونوں تقریباً دوڑ کر میرے قریب آئے۔

''چلو نا ہمارے ساتھ گھر!'' عورت نے میرے بازو پر ہاتھ رکھا۔

''زیادہ دور نہیں ہے قریب ہی ہے۔''

مرد یعنی شبیر ماموں مجھے دیکھ رہا تھا۔

''نہیں آج نہیں، اس بچی کی طبیعت خراب ہے اسے لے کر مجھے ہوسٹل جانا ہے پھر کبھی چلوں گی۔''

میں ایسا کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن میرے لبوں سے بے اختیار نکل گیا تھا۔

''ہاں ٹھیک ہے میں اتوار کو آ جاؤں گا تیرے ہوسٹل، دیکھا ہوا ہے میں نے، لے جاؤں گا ساتھ۔''

''آپ کہیے گا باہر چوکیدار سے کہ میڈم سمیعہ احمد سے ملنا ہے۔''

میں بات کر کے تیزی سے لڑکیوں کے ہمقدم ہو گئی اپنے کمرے میں آتے ہی میں بیڈ پر گر پڑی۔ وہ شخص کیا واقعی سچ کہہ رہا تھا کیا خبر جھوٹ بول رہا ہو۔ کاش میری ماں

زندہ ہوتی۔

دل میں ایک درد سا اٹھا تھا۔

میری اپنی سگی ماں۔

اور باپ۔ اس شخص نے میرے باپ کے متعلق تو کچھ نہیں بتایا تھا پتا نہیں وہ کہاں ہیں زندہ بھی ہے یا نہیں اور یہ لوگ سچے ہیں یا فراڈ لیکن پھر یہ مما کا نام کیسے جانتے ہیں انہیں کیسے پتا ہے وہ میری سگی ماں نہیں ہیں۔ یقیناً یہی سچ ہے جو انہوں نے کہا تھا۔

''حسان!''

کچھ دیر بعد میں اسے فون کر رہی تھی وہ ساری بات سن کر جھنجھلایا۔

''احمق لڑکی' یہ کوئی فلمی سٹوری نہیں ہے کہ اچانک بچھڑے عزیز و رشتہ دار مل گئے۔ خدا جانے کون فراڈ لوگ تھے تھینک گاڈ کہ تم ان کے ساتھ نہیں گئیں۔''

''نہیں وہ فراڈ نہیں تھے حسان!''

''تمہیں الہام ہو رہا ہے۔'' وہ جھنجھلایا۔

''میرے دل نے گواہی دی ہے کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ مما پپا کا نام تو وہ معلوم کر سکتے ہیں لیکن یہ بات وہ نہیں جان سکتے کہ وہ میری سگی ماں نہیں ہے۔'' ایک لمحہ کو حسان چپ کر گیا۔

''پھر بھی تم اکیلی ان کے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ میں اتوار کو آؤں گا تو اکٹھے چلیں گے۔ دیکھتا ہوں کیا ثبوت ہیں ان کے پاس۔''

اور ایسا ہی ہوا تھا جب میں اور حسان ماموں کے ساتھ ان کے گھر گئے تو حسان نے پوچھا تھا۔

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ سمیعہ آپ کی بھانجی ہے؟''

''آپ فصیح صاحب سے پوچھ لیں۔ آخر ناخن سے گوشت جدا تو نہیں ہو سکتا حالانکہ میاں صاحب تو یہی چاہتے تھے لیکن اللہ نے خود ملا دیا لیکن پہلے یہ بتاؤ کو تم کون ہو

یہاں ہم سے تو بعد میں ثبوت مانگنا۔''

مامی اچانک ہی اس بیٹھک نما کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''میرا کزن ہے ماموں کا بیٹا۔'' مجھے یہی جواب سوجھا تھا۔

''ارے واہ ماموں تو تمہارے یہ ہیں، یہ کہو تمہاری سوتیلی ماں کا بھتیجا ہے۔''

''اچھا' اچھا!''

شبیر ماموں نے سر ہلا دیا۔

''نجیب صاحب کے بیٹے ہو۔ جب میں لاہور سے آیا تھا تو اس وقت امریکہ جا رہے تھے۔ کیا اب پاکستان آ گئے ہو؟''

حسان نے سر ہلا دیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں۔۔۔

یہ ایک چھوٹا سا پختہ مکان تھا۔ ہم جس کمرے میں بیٹھے تھے اس میں چند کرسیاں اور ایک میز تھی، ایک طرف ایک پلنگ بھی تھا۔

''آپ کیا پہلے لاہور میں تھے؟''

''جی جی!''

شبیر ماموں حسان سے کافی مرعوب سے لگ رہے تھے۔

''اچھرہ میں کرائے کے مکان میں رہتے تھے پھر جب روپے مل۔۔۔

وہ ذرا سا رکا یہاں سستا مکان مل رہا تھا اور میرا ایک رشتہ دار یہاں رہتا تھا خرید لیا اور ادھر پیچھے کی طرف دکان بنا لی۔ اچھی چلتی ہے گزارا ہو جاتا ہے۔ وہاں لاہور میں جو کچھ کماتا تو وہ آدھا کرائے اور بجلی، گیس کے بلوں پر اٹھ جاتا تھا۔''

''نسرین، عاصمہ کہاں ہو بھئی؟''

مامی نے دروازے کے پاس جا کر آواز دی تو دونوں لڑکیاں اندر آ گئیں۔

''یہ عاصمہ ہے بارہ جماعتیں پڑھ لی ہیں اس نے، اب گھر میں ہی رہتی ہے اور یہ نسرین اس نے دس جماعتیں پڑھ لیں ہیں۔ بس اگلے ماہ اس کا بیاہ ہے۔''

وہ دونوں قبول صورت تھیں اور لباس بھی زمانے کے مطابق پہن رکھا تھا۔ بڑی میری عمر کی ہوگی۔ وہ دونوں اشتیاق سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

''بھائی کہاں مر گئے تمہارے۔''

وہ لڑکیوں سے مخاطب تھی۔ تب ہی دو لڑکے اندر آ گئے ایک شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔

''یہ نوید ہے۔ اپنے ابا کے ساتھ دکان پر بیٹھتا ہے۔ اس کا نمبر دوسرا ہے بڑا اس وقت گھر پر نہیں ہے۔ کسی کام سے فیصل آباد گیا ہے اور یہ چھوٹا ہے سعید۔''

اس نے دوسرے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے جینز پہن رکھی تھی۔

''نوکری کرتا ہے چودہ جماعتیں پاس کر رکھی ہیں۔''

حسان بالکل خاموش بیٹھا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یکدم مجھے احساس ہوا کہ مجھے حسان کو یہاں لے کر نہیں آنا چاہیے تھا اور نہ ہی حسان کو یہ سب بتانا چاہیے تھا، کیا سوچے گا وہ۔ میری کیا وقعت رہ جائے گی اس کی نظر میں میرا یہ بیک گراؤنڈ۔ خیر اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا حسان اس طرح کا نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے فروخت کیا تھا میں تو خود اپنی نظروں میں گر گئی تھی۔

میں خود ہی ہر بات اخذ کرتی جاتی تھی اور مجھے یکدم گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

''چلیں حسان!'' میں نے حسان کی طرف دیکھا۔

''ارے نہیں، نہیں بیٹی! پہلی بار اپنے ماموں کے گھر آئی ہو تو بغیر کھائے پیئے چلی جاؤ گی اور خالی ہاتھ۔''

شبیر ماموں نے جس طرح کہا تھا میرے دل میں یکدم گداز سا پیدا ہوا اور میں نے ان کے لیے اپنے دل میں لگاؤ سا محسوس کیا۔

''نسرین، عاصمہ فٹافٹ کھانا لے آؤ ادھر ہی، تیار ہے نا۔ چائے بھی فوراً لے آنا۔''

دونوں لڑکیاں فوراً اٹھ گئی تھیں۔ نوید بھی کھڑا ہو گیا تھا۔

''ابا میں دکان پر جا رہا ہوں۔''

جبکہ سعید ایک کرسی پر بیٹھا تھوڑی دیر بعد مجھے اور حسان کو دیکھنے لگتا تھا۔

حسان جو میرے کہنے پر اٹھ کھڑا ہوا تھا مجھے اٹھتے نہ دیکھ کر پھر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے سر ہلا دیا حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

پھر بھی میں اس روز کے بعد کئی بار ماموں کے گھر آئی تھی۔ میں نے دل سے انہیں ماموں تسلیم کر لیا تھا۔ ایک روز ماموں نے مجھے میری ماں کی تصویر دکھائی یہ ان کے سکول کی تصویر تھی۔ شاید فیئرویل پارٹی کی وہ تین چار لڑکیوں کے ساتھ کھڑی تھیں لیکن میں نے انہیں پہچان لیا۔ ماموں نے صحیح کہا تھا مجھے یوں لگا جیسے یہ میری تصویر ہے۔ میری پندرہ سولہ سال کی عمر کی تصویر۔

''کیا کوئی اور تصویر نہیں ہے امی کی؟''

میں نے ماموں سے پوچھا تھا تو انہوں نے بتایا کہ۔

''ایک دو اور تھیں تو، ڈھونڈوں گا اگر مل گئی تو۔''

میں اب اکثر چلی آتی تھی گھنٹہ دو کے لیے۔ مجھے لگا تھا کہ میں نارمل ہو رہی ہوں ایک جامدی چپ تھی وہ ٹوٹ رہی تھی۔ میں نے Accept کر لیا تھا کہ دنیا میں میرے واحد رشتہ دار یہی ہیں۔ میں ہفتے میں ایک بار ضرور آتی تھی شروع میں ایک دو بار میں حسان کے ساتھ آئی تھی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ اس گھر میں حسان کی آمد کو پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ حسان باقاعدگی سے ہر اتوار کو آتا تھا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ جو اتنی دور سے میرے لیے آتا ہے مجھے نہ پا کر بیزار ہو۔ چنانچہ میں ہفتے کو کالج سے فارغ ہو کر شبیر ماموں کی طرف چلی جاتی تھی لیکن بے حد اصرار کے باوجود وہاں نہیں ٹھہرتی تھی۔ شبیر ماموں کے گھر کا ماحول ایسا ہی تھا جیسے نچلے متوسط طبقے میں ہوتا تھا۔ مامی کا بات کرنے کا انداز ہمیشہ طنزیہ ہوتا میں سوچتی تھی کہ مامی شاید کسی اور انداز میں بات ہی نہیں کر سکتیں، نسرین کے پاس

باتیں کرنے کے لیے صرف اپنے ہونے والے سسرال اور منگیتر کا موضوع تھا۔ عاصمہ مجھ سے خاصی مرعوب تھی اور اکثر مجھ سے لیٹسٹ فیشن اور نئے رجحانات کے متعلق پوچھتی رہتی تھی۔ گو اس نے تھرڈ ڈویژن میں انٹر کیا تھا لیکن خود کو بڑی شے سمجھتی تھی اور مامی بھی اسے اپنا مشیر سمجھتی تھی۔ اسے ہر وقت پیسے کمانے کے نئے نئے طریقے سوجھتے تھے جو بوگس اور بیکار ہوتے تھے اور وہ اچانک دولت مل جانے کے خواب دیکھتی رہتی تھی اس مقصد کے لیے اس نے دو تین بانڈ بھی خرید رکھے تھے۔ تینوں لڑکوں سے کم ہی ملاقات ہوتی تھی نوید تو سارا دن دکان پر ہوتا تھا جبکہ سعید اپنی نوکری پر اور وحید بھی کبھار ہی گھر پر دکھائی دیتا تھا۔ اس نے نویں جماعت میں پڑھائی چھوڑ دی تھی وہ کیا کرتا تھا اتنے دنوں میں مجھے معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ نہ تو وہ دکان پر جاتا تھا اور نہ ہی زیادہ گھر پر ہوتا تھا اور وہ بہت تنقیدی اور گہری نظروں سے مجھے دیکھتا تھا اور مجھے بہت الجھن ہوتی تھی۔ میں اپنی امی اور ابو کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتی تھی لیکن مجھے ان کے متعلق بہت کم بتایا جاتا تھا۔ ایک بار ماموں سے اپنے ابو کے متعلق پوچھا تو وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے۔ اس روز وحید بھی وہاں موجود تھا بات وحید نے شروع کی تھی۔

”عارفہ پھپھو مجھے ابھی تک یاد ہیں تب سات آٹھ سال کا تو تھا، کیوں ابا؟“

”ہاں ہاں!“

ماموں کے بجائے مامی نے جواب دیا تھا۔

”یاد کیوں نہ ہو عارفہ کی تو جان اٹکی ہوئی تھی تم میں۔ ہمیشہ مجھ سے کہتی بھابھی وحید میرا بیٹا ہے۔“

”اور میرے ابو، ماموں وہ کہاں ہیں کیا وہ بھی۔۔۔؟“

میں نے پہلی بار اپنے باپ کے متعلق پوچھا تھا۔ میں اب نارمل ہو رہی تھی اور ہر بات کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اس سے پہلے میرے ذہن میں دو تین بار اس کا خیال تو آیا تھا لیکن میں نے پوچھا نہیں تھا یا شاید پوچھا بھی تھا لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا

شاید مامی سے ایک بار پوچھا اور اب ماموں سے پوچھ رہی تھی۔ میں نے ماموں کی آنکھوں میں حیرت کو پھیلتے دیکھا۔ شاید وہ مجھ سے اس سوال کی توقع نہیں کر سکتے تھے تب ہی پاس بیٹھی مامی نے انہیں کہنی مارتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

”لو تمہارے ابا تو پہلے ہی دنیا سے گزر گئے تھے۔ عارفہ بے چاری کو تو وہی غم لے ڈوبا۔“

”اماں!“

وحید کا منہ کھلا اور بند ہو گیا۔

”تیری یہ بیچ میں بولنے والی عادت زہر لگتی ہے مجھے۔ کیا یاد آ گیا تجھے؟“

”کچھ نہیں اماں، تو چلا اپنی کہانی، میں چلا۔“

پتا نہیں کیوں اس سے مجھے لگا تھا جیسے مامی مجھ سے میرے باپ کے متعلق سچ چھپانا چاہتی ہے۔ شاید وہ زندہ ہیں اور مامی نہیں چاہتی کہ مجھے اس کا علم ہو۔ بہر حال میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ایک روز اس کا بھی کھوج لگا لوں گی۔ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں تو مجھے علم ہو ہی جائے گا اور جب اس بات کا اظہار میں نے حسان سے کیا تو حسان نے بھی اس کی تائید کی تھی اور کہا تھا۔

”لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ سوچی اس کا انہیں کیا فائدہ ہوگا۔“

”شاید انہوں نے میری پیدائش کی خبر میرے ابو سے چھپائی ہو یا یہ بتایا ہو کہ میں بھی ماں کے ساتھ مر گئی ہوں۔“

میں نے خیال ظاہر کیا تھا میرا ذہن بہت تیزی سے کام رہا تھا۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ وہ ماموں کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ انہوں نے کچھ رقم لے کر۔۔۔“

میں شرمندہ ہو گئی۔ اپنا آپ کتنا گھٹیا اور کم تر لگتا تھا اس خیال سے لیکن میں حسان سے کچھ چھپا نہیں سکتی تھی۔ یہ حسان ہی تھا جو تب سے اب تک میرے ساتھ ساتھ تھا۔ یہ

جان کر بھی کہ میں ایک نچلے متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہوں اس کے رویے میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے تمہاری ماما صحیح کہہ رہی ہوں اور تمہیں یوں ہی وہم ہوا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے ابو نے تمہاری امی کو چھوڑ دیا ہو تم نے بتایا تھا کہ تمہاری امی کو ٹی بی تھا۔"

"مے۔بی" (may be)

میں نے حسان کی طرف دیکھا تھا اور چونکی۔ وہ پہلے کے مقابلے میں کچھ کمزور لگ رہا تھا اور میں کتنی خود غرض تھی کہ میں نے ان دو ماہ میں ایک بار بھی اس سے اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ کیا وہ اپنے والدین کے گھر چلا گیا ہے یا نہیں۔ ابھی ہوسٹل میں ہی رہ رہا ہے اسے کوئی جاب وغیرہ بھی ملی ہے یا نہیں۔

" حسان! تم کہاں ہو آج کل اور فراز نائید وغیرہ کسی سے ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔"

"تھینک گاڈ!"

حسان نے اوپر سر اٹھا کر شکریہ ادا کیا۔ میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تھینک گاڈ سومی! تم نے اپنے گرد سوچنا شروع کیا۔ میں وہاں ہی ہاسٹل میں اور میں نے ایک ڈگری کالج میں لیکچرار کی جاب کر لی ہے۔"

"اور تمہارا ہاسپٹل، ذہنی مریضوں کا علاج۔۔۔؟"

"سب چلتا ہے یار، ضروری نہیں کہ انسان جو سوچتا ہو وہ پورا بھی ہو۔"

"فراز اور نائید کا تم نے نہیں بتایا۔"

" فراز تو امریکہ چلا گیا ہے اور نائید کی شادی ہو گئی ہے۔ فی الحال سسرال میں ہے جلد ہی وہ بھی سعودیہ کی طرف پرواز کر جائے گی۔"

"تم گئے تھے اس کی شادی میں؟"

میرے دل میں جیسے کانٹا سا چبھا تھا۔

"ہاں میں گیا تھا۔"

"اور میرے متعلق اس نے پوچھا تھا؟ تم نے بتایا؟"

"وہ گئی تھی تمہارے گھر دعوت دینے۔"

"پھر؟"

یکبارگی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اتنے دنوں میں پہلی بار میں نے اس گھر اور اس گھر سے وابستہ افراد کو شدت سے یاد کیا۔

"رومی، ریان، پپا، پیا سب ٹھیک تو تھے نا۔"

"شاید۔"

حسان کا لہجہ پست ہو گیا۔

"وہ سب بہت اپ سیٹ تھے، بہت پریشان تھے۔ رومی اور ریان تو بہت ہی افسردہ اور دکھی تھے اور رومی تو بہت کمزور ہو گئی ہے، بہت روتی ہے۔"

میرے آنسو میرے اندر گرنے لگے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے ساتھ میں نے زندگی کے چوبیس سال گزارے تھے۔ جن کے ایک آنسو پر میں تڑپ اٹھتی تھی اور میں نے ان سب کو ایک بار بھی یاد نہیں کیا تھا کیا میں خود غرض تھی۔

"ان سب کا تو کوئی قصور نہیں تھا سومی، انہوں نے تم سے ہمیشہ محبت کی تمہاری کبھی حق تلفی نہیں کی، ہر خوشی اور سہولت تمہیں دی۔ اگر تم ان کی اپنی سگی بیٹی نہیں تھی پھر بھی انہوں نے تمہیں پالا پوسا جوان کیا تمہیں۔"

میری پلکوں پر جانے کہاں سے موتیوں کے قطرے آ کر ٹھہر گئے تھے۔ تو حسان بات کرتے کرتے خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔

"سومی تمہارے پپا بہت اپ سیٹ تھے بہت پریشان تھے۔ ایک روز میں ڈاکٹر لبیر سے ملنے مینٹل ہاسپٹل گیا تھا وہ وہاں آئے ہوئے تھے شاید تمہاری ہی کھوج میں آئے

تھے۔ اگر مجھے تمہاری ناراضگی کا خیال نہ ہوتا تو میں کم از کم تمہاری خیریت کی اطلاع ضرور دیتا۔''

میرے آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر بہہ نکلے۔ یکدم کسی بڑے نقصان کا احساس ہوا تھا۔

''تم ایک فون تو کر سکتی ہو روی کو۔''

لیکن میں خاموش ہی رہی تھی جو ہو چکا تھا اسے وقت کے صفحات سے مٹایا نہیں جا سکتا تھا۔ جب میں نے شہر محبت سے باہر قدم رکھا تھا تو اپنے پیچھے اس کے دروازے بند کر دیے تھے۔ واپس پلٹنے کی گنجائش تھی نہ راستہ اگر میں کوئی گنجائش نکال لیتی تو کیا وہاں اب میرے اس عمل کے بعد کوئی مجھے Accept کر سکتا تھا شاید بلکہ یقیناً نہیں۔ مما تو شاید زندگی بھر میری شکل بھی نہ دیکھیں وہ جو اپنے حلقہ احباب میں فخر سے سر اٹھا کر چلتی تھیں میرے اس طرح گھر سے چلے آنے کے بعد وہ اسی فخر سے سر اٹھا کر جی سکیں گی۔ لوگ تو نہیں جانتے تھے کہ میں ان کی سگی بیٹی نہیں ہوں اور اب اگر وہ بتائیں بھی تو بھلا کون یقین کرے گا ان کی بات پر سب ہی کہیں گے کہ بدنامی سے بچنے کے لیے انہوں نے جھوٹ گھڑا ہے۔

کتنی بڑی غلطی ہو گئی تھی مجھ سے، ایسی غلطی جس کا کوئی مداوا نہیں تھا دکھ اور پچھتاوے سے میری آنکھیں برسنے لگیں۔

''کیا ہوا سمیعہ! کیوں رو رہی ہو؟''

حسان ہمیشہ کی طرح گھبرا گیا۔

''حسان مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ کتنی خود غرض ہوں میں، ہیں نا میں نے صرف اپنے متعلق سوچا ان سب کا خیال نہیں کیا۔''

میری ہچکیاں بند گئیں۔

''ٹیک اٹ ایزی سمیعہ! میں تمہیں لے چلتا ہوں واپس۔''

''نہیں پلیز''

میں نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

''اب تو وہ مٹی ڈال چکے ہوں گے مجھ پر!''

''خونی رشتے بے شک بہت پائیدار ہوتے ہیں لیکن محبتوں کے رشتے بھی کمزور نہیں ہوتے اور کبھی کبھی تو خون کے رشتوں سے بھی زیادہ پائیدار ہوتے ہیں۔''

''نہیں حسان مجھے اب واپس نہیں جانا۔ اس شرمندگی کے ساتھ میں اب ان سے نظریں نہیں ملا سکوں گی۔''

حسان نے پھر اس موضوع پر بات نہیں کی تھی۔ میں اس روز بہت روئی تھی۔

''مدحت کا میاں اس ہفتے دوبئی جا رہا ہے ایک ہفتے کے لیے۔ میرے ساتھ چلنا مدحت کی طرف Change آ جائے گا۔ جب سے آئی ہو یہاں ہی بند ہو۔''

حسان نے میرے آنسو پونچھے تھے۔ الٹی سیدھی باتوں سے ہنسانے کی کوشش کی تھی اور جب میں نارمل ہوئی تو کہا۔

''میں ماموں کی طرف تو جاتی ہوں۔''

''خیر وہ تو ہے لیکن مدحت بھی کہہ رہی تھی کہ لانا کسی روز سمیعہ کو۔''

''ٹھیک ہے دیکھوں گی اگر موڈ بنا تو!''

حسان چلا گیا تو میرے دل پر دھرا بوجھ اور بڑھ گیا۔ اس رات میں دیر تک جاگتی رہی میرے آنسو میرا تکیہ بھگوتے رہے۔ اس رات میں نے اتنے دنوں بعد فیضان کو بھی یاد کیا۔ وہ شخص جس نے مجھے محبت کے جذبے سے آشنائی دی تھی اور میری جھولی میں محبتوں کے پھول ڈالے تھے لیکن جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے احساس ہوا میں اس سے اس طرح کی محبت نہیں کرتی تھی کہ اس کی محبت میری زندگی کا روگ بن جاتی۔ یہ انسانی فطرت تھی میں نے بہت ایمانداری سے اپنا تجزیہ کیا۔ میں عمر کے اس دور میں تھی جب دل کے نہاں خانوں میں کسی کی رفاقت کا احساس کسی کی محبت کو پا لینے کی چاہ چھپی ہوتی ہے اور اس

دور میں جو بھی پہلا شخص محبتوں کا اظہار کرتا ہے وہی دل کو اچھا لگنے لگتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی محبت دل میں جگہ بناتی چلی جاتی ہے۔ میرے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔ بے شک میں خود کو دوسروں سے منفرد سمجھا تھی لیکن اندر سے تھی تو ایک لڑکی نا ایک عام معمولی سی لڑکی مرد کی محبت اور رفاقت کی متمنی۔ فیضان نے مجھے سراہا مجھے اپنی محبت سے سرفراز کیا تو میں نے بھی اپنے دل میں اس کے لیے محبت کا جذبہ محسوس کیا تھا اور اگر مما مجھ سے کہتیں کہ انہوں نے رومی کے لیے فیضان کو سوچ رکھا ہے تو کیا میں رومی کی خاطر پیچھے نہ ہٹ سکتی تھی ہاں مجھے دکھ ضرور ہوتا میں ضرور یہ سوچتی کہ مما میرے مقابلے میں رومی سے زیادہ محبت کرتی ہیں لیکن بالا آخر میں اسے Accept کر لیتی کہ رومی بھی تو میری جان ہے لیکن مما وہ تکلیف دہ انکشاف نہ کرتیں تو میں ساری زندگی اس خوش فہمی میں ہی گزار دیتی کہ میں ان کی ہی بیٹی ہوں۔ میرا تعلق کس خاندان سے تھا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا مجھے۔ غربت کوئی گناہ نہیں ہے کوئی تذلیل نہیں ہے، ذلت کی بات تو یہ تھی کہ میرے عوض پپا سے روپے لیے گئے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ ایک روز سعید نے باتوں باتوں میں اس کی تصدیق کر دی تھی کہ فصیح احمد صاحب نے تین لاکھ روپے دیئے تھے دادا کو یہاں قصور میں جگہ خریدنے اور گھر بنانے کے لیے۔ وہ اس وقت وحید کے خلاف بول رہا تھا۔

"یہ چھوٹا سا گھر ڈیڑھ لاکھ میں مل گیا تھا۔ پچاس ساٹھ ہزار کا مال دکان میں ڈال لیا گیا تھا اور ایک لاکھ کے ابا نے سیونگز سرٹیفکیٹ لے لیے تھے۔ دس سال بعد چار لاکھ ہو گئے تھے، ابا نے پھر چار لاکھ کے سرٹیفکیٹ لے لیے تھے۔ ابا کا پروگرام تھا اگلے دس سال میں سولہ سترہ لاکھ روپے ہو جائیں گے تو ذرا بہتر گھر خرید کر ایک بڑا اسٹور بنا لیں گے جس میں تینوں بھائی مل کر کام کریں گے۔ یہ جو ہے وحید، اسے جوئے کی لت لگ گئی اور چپکے چپکے اس نے اندر سے سرٹیفکیٹ نکال کر رقم حاصل کر لی، اسی کے نام سے ابا نے سارے سرٹیفکیٹ لے رکھے تھے نا اسی کے دستخط تھے ابا تو پڑھا لکھا نہیں تھا۔"

"اور پتا ہے سمیعہ! یہ ساری رقم اس نے جوئے میں ہار دی اور جب ابا کو پتا چلا تو اماں اور ابا بہت روئے پیٹے۔ تین دن تک ہمارے گھر میں رونا پیٹنا ہوتا رہا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ شکر ہے سر چھپانے کا ٹھکانہ تھا دکان سے اتنا روپیہ مل جاتا ہے کہ گزارا ہو جاتا ہے۔"

سعید تینوں بھائیوں میں سے سب سے بہتر لگا تھا مجھے۔ لیکن اس روز میں بہت افسردہ تھی اور دن میں کوئی دس دفعہ میں نے سوچا تھا کہ مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے جنہوں نے پیسے کے عوض مجھے دے دیا تھا۔ لیکن پھر میں نے انہیں غربت اور ضرورت کا مارجن دے کر معاف کر دیا۔ میں انہیں چھوڑ نہیں سکتی تھی یہ میرا ادا حد خونی رشتہ تھا۔ میری ماں کا بھائی اور یہ انسانی فطرت ہے کہ انصاف کے پلڑے میں جب ایک طرف اپنے ہوں اور دوسری طرف غیر تو پلڑا اپنوں کی طرف جھکتا ہے اور میں نے بھی انہیں ایک اور مارجن بھی دے دیا تھا۔ اگر یہ لوگ مجھے فصیح احمد کے حوالے نہ کرتے تو میں بھی نسرین یا عاصمہ جیسی ہوتی یا شاید ان سے بھی بدتر۔ میں نے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی تھی زندگی کی ہر سہولت سے فیض یاب ہوئی تھی اور اگر شبیر ماموں کے پاس رہتی تو شاید نسرین کی طرح ہونے والے سسرال کی برائیاں کرتی رہتی یا پھر عاصمہ کی طرح نت نئے فیشن اور تیز رنگوں کی لپ اسٹک لگا کر اتراتی پھرتی۔ میں نے ان کو تو مارجن دے کر معاف کر دیا تھا لیکن اس روز بھی میں نے ان لوگوں کے بارے میں دل میں کہیں کوئی نرمی محسوس نہیں کی تھی جنہوں نے مجھے بہت کچھ دیا تھا، بہتر اور شاندار زندگی۔ پتا نہیں کیوں میں اتنی خود غرض تھی لیکن آج میں ان کے متعلق سوچ رہی تھی انہیں یاد کر رہی تھی۔ میں نے تین دفعہ رومی کا نمبر ملا کر آف کر دیا، دو بار گھر کے نمبر ملائے اور پھر ایک بیل کے بعد فون بند کر دیا۔ نہیں اب مجھے کیا حق بنتا ہے ان سب سے تعلق جوڑنے کا جن کے متعلق اس گھر سے آتے ہوئے میں نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا۔ جب سے میں "شہر محبت" سے آئی تھی اپنی ہی بے بسی کا ماتم کرتی رہتی تھی، یہ پہلی رات تھی جب میں ان کی جدائی میں جاگ رہی تھی۔ جب فجر کی

اذان ہو رہی تھی تو میں اپنے بیڈ پر بیٹھی ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ ریان تو اب مجھے ہر بات شیئر کرنے لگا تھا وہ اب کس سے اپنی باتیں شیئر کرتا ہوگا اور ردی وہ تو اتنی معصوم ہے کہ اگر ناظمہ شیرازی جیسی خاتون اسے ٹکر گئی۔ بیا کا بلڈ پریشر اچانک ہائی ہو جاتا ہے، کبھی کبھی اور مما کو تو اسلام آباد جانا ہوتا ہے کون سب کا خیال رکھتا ہوگا۔ یہ میں نے کیا کیا، کیوں کیا۔ جب تک ناشتے کی گھنٹی نہ بجی میں یونہی روتی رہی حتیٰ کہ باہر برآمدے میں لڑکیوں کی باتیں کرنے چلنے اور ہنسنے کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ سب ڈائننگ روم کی طرف جا رہی تھیں اپنا اپنا ناشتہ لینے۔ میں بوجھل سر سے اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی، بہت دیر تک گرم پانی سے غسل کرنے کے باوجود سر اسی طرح بوجھل تھا اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ ہوسٹل کی ہیڈ گرل جب مائی کے ساتھ ناشتے کی ٹرے لائی تو چونکی۔

"میڈم آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"

"ہاں کچھ گرانی محسوس ہو رہی ہے"

"میڈم آپ چھٹی لے کر گھر چلی جائیں۔"

"چند دنوں تک دسمبر کی چھٹیاں ہونے والی ہیں پھر چلی جاؤں گی۔" اسے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ دسمبر کی چھٹیوں میں چلوں گی لیکن کہاں جاؤں گی ایک بڑا سا سوالیہ نشان میرے اندر بنا اور پھر میں نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ میں چھٹیاں شبیر ماموں کے گھر ہی گزاروں گی۔ بہرحال اب وہی میرے سب کچھ تھے اور میں انہیں یہ بھی بتا دوں گی کہ میں نے ملک فصیح احمد کا گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے، ابھی تک میں نے نہیں بتایا تھا۔ حسان میرا فیصلہ سن کر حیران ہوا۔

"لیکن سمیعہ! میں نے مدحت سے کہا ہے کہ تم چھٹیوں میں اس کے پاس آ کر رہو گی۔"

"لیکن میں نے تو تم سے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی۔" میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں لیکن میں نے۔۔۔" وہ سر کھجانے لگا۔

"پتا ہے مدحت کا پروگرام بن رہا تھا وہیں جانے کا لیکن میں نے منع کیا تھا اسے اور تم جانتی ہو نا وہ بہت کیوٹ ہے، اس نے میری بات مان لی ہے۔"

"تم اب اس سے کہہ دو وہ چلی جائے۔"

"اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلے انتظام کرنا ہوتا ہے میڈیسن بنانے والی کمپنی ارینج کرتی ہے نا یہ ٹور اور اب تو کل کی فلائٹ سے رمیز بھائی جا رہے ہیں۔"

"لیکن میں نے شبیر ماموں کی فیملی سے بھی وعدہ کر لیا ہے کہ میں چھٹیاں ان کے پاس گزاروں گی۔"

حالانکہ میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

"ان کی طرف تو جاتی ہی رہتی ہو۔"

"ہاں لیکن یہ بھی سوچو حسان! میں نے ایک عمر ان سے دور گزاری ہے۔ ٹھیک ہے پپا نے مجھے اڈاپٹ کر لیا تھا لیکن انہیں ان لوگوں کو مجھ سے ملنے سے تو نہیں روکنا چاہیے تھا نا۔"

حسان ایک گہری سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"او کے اگر کبھی تمہارا دل نہ لگے ادھر، تو مجھے فون کر دینا۔"

بھلا دل نہ لگنے کی کیا وجہ تھی آخر وہ میرے اپنے تھے میں نے سوچا تھا۔ حسان نے جاتے جاتے مجھے مڑ کر دیکھا تھا۔

"اب شاید چھٹیوں کے بعد چکر لگاؤں یا شاید نہ لگاؤں۔ یوں بھی تمہیں تمہارے اپنے مل گئے ہیں اور تمہیں اب میری ضرورت بھی نہیں۔"

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کالج ہوسٹل کے گیٹ سے باہر نکل گیا میں، وہیں ساکت کھڑی رہ گئی۔ مجھے لگا جیسے میں یکدم اکیلی اور تنہا ہو گئی ہوں جیسے میری کوئی قیمتی متاع مجھ سے چھین گئی ہو۔

"حسان!"

میں اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی اسے پکارنا چاہتی تھی لیکن میرے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے اور زبان اکڑ گئی تھی۔ میرے منہ سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی لیکن حسان گیٹ سے باہر جا چکا تھا۔ میں سارا وقت کھوئی کھوئی سی ہوسٹل کے برآمدوں اور کمروں میں چکراتی رہی اور پھر یہاں تک کہ آخری لڑکی بھی چلی گئی تھی تو میں بیگ میں چند جوڑے کپڑے ڈال کر شبیر ماموں کے گھر چلی گئی۔ میرے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر صحن میں بیٹھی سبزی کاٹتی مامی کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ دوسرے ہی لمحے ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"آؤ آؤ بیٹی بڑی لمبی عمر ہے تمہاری ابھی میں تمہاری ہی باتیں کر رہی تھی وحید پتر سے۔"

ایسا پر جوش استقبال مامی نے کبھی نہیں کیا تھا۔ بیگ زمین پر رکھ کر میں صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گئی اور لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے بولی۔

"کالج میں بارہ چھٹیاں ہو گئی ہیں، میں نے سوچا چار دن اپنے ماموں کے گھر گزار لوں۔"

"ارے چار دن کیوں ساری چھٹیاں ادھر ہی رہو گی، میں نہیں جانے دوں گی۔ ساری زندگی ادھر ہی رہی ہو۔ کیا ہمارا حق نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں مامی۔"

میں خواہ مخواہ ہنس دی۔ ذہن سے ایک بوجھ اترا تھا کہ میں کہاں رہوں گی۔ اگر مامی کو میرا آنا اچھا نہ لگا تو۔۔۔

"حق کیوں نہیں ہے آپ کا۔"

"تو بس میں نے کہہ دیا ہے یہ چھٹیاں تم نے نہیں جانا۔"

"وحید! ارے کہاں چلا گیا دیکھ کون آیا ہے؟"

وہ وحید کو آواز دینے لگیں اتنے میں عاصمہ کمرے نکل آئی اور ابھی وہ میرے

پاس چارپائی پر آ کر بیٹھی ہی تھی کہ وحید کمرے سے نکل کر آیا۔ بالوں کو تیل لگا کر اچھی طرح سر جمائے وہ کہیں جا رہا تھا شاید۔

"سنو! اماں کہہ رہی ہیں چھٹیوں میں ادھر ہی رہو گی۔ ہمارے گھر؟"

نہ سلام نہ کوئی اور بات بالکل میرے قریب کھڑے ہو کر اس نے پوچھا تو میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کسی گھٹیا سینٹ کی خوشبو نے میرے سر کو بوجھل کر دیا تھا۔

"اماں کچھ پیسے ہیں تو دے دو رات میں واپس کر دوں گا۔"

"لو میرے پاس تو کھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ تیرے ابا نے صبح سو روپے دیے تھے سب خرچ ہو گئے سبزی وغیرہ لانے میں۔"

"جھوٹ مت بولو اماں مجھے پتا ہے یہ سبزی جو تو لائی ہے کتنے کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ تیس روپے کی ہے۔ کہا تو رات کو دے دوں گا۔"

"کہہ تو دیا کہ نہیں ہیں میرے پاس۔"

مامی کا موڈ خراب ہو رہا تھا حالانکہ وہ وحید کے ساتھ خوب ہنستی ہوئی کمرے سے نکلی تھی۔ مجھے یہ تکرار اچھی نہیں لگ رہی تھی، میرے پاس خاصی رقم تھی۔ دو ماہ کی تنخواہ کے علاوہ میں گھر سے آتے ہوئے اپنے پاس موجود ساری رقم لے آئی تھی۔ میں نے پرس سے ہزار کا نوٹ نکال کر وحید کو دے دیا۔

"یہ لے لیں۔"

"اوئے!"

اس نے جھپٹ کر نوٹ مجھ سے لے لیا اور اسے چومتے ہوئے ایک فلائنگ کس میری طرف اچھالا، میں سرخ پڑ گئی۔

یہ لوگ اور کچھ سیکھیں یا نہ سیکھیں فلمیں اور بے ہودہ انڈین ڈرامے دیکھ دیکھ کر یہ سب ضرور سیکھ جاتے ہیں۔ ایک بار نائیدہ نے کہا تھا۔

وحید جا چکا تھا اور مامی ہکا بکا سی اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔

"لے لو اور پورے ہزار تھما دیے، ابھی گھنٹوں میں پار کر کے آ جائے گا بہت کھلا ہاتھ ہے میرے وحید کا، بالکل اپنی پھوپھو عارفہ کی طرح اور عارفہ تو جان دیتی تھی وحید پر۔"

کئی بار کا کہا ہوا جملہ اب وہ پھر دہرا رہی تھی پتا ہے، مجھ سے اکثر کہتی تھی اگر میری بیٹی ہوئی نا بھابھی تو پھر میں وحید کو ہی اپنا داماد بناؤں گی لیکن ہماری بدنصیبی فصیح احمد صاحب تمہیں لے گئے اور اب کہاں وحید کہاں تم، وہ بات کرتے ہوئے کن اکھیوں سے مجھے بھی دیکھتی جا رہی تھی شاید میرے احساسات کا اندازہ لگانا چاہتی لیکن مجھے تو وحید کے ساتھ کے تصور سے ہی ہنسی آ گئی بھلا کہاں وحید اور کہاں میں۔

"اے عاصمہ یہاں دھرنا مار کر بیٹھ گئی ہے۔ بہن کب سے آئی ہوئی ہے۔ دکان سے دوڑ کرا اسے پیسے پکڑا اور کسی بچے کو پڑوس سے بھیج کر دودھ منگوا لے۔"

لیکن عاصمہ یونہی بیٹھی مجھے ریما کے کسی ڈریس کے متعلق بتا رہی تھی جو رات کسی ٹی وی شو میں اس نے پہن رکھا تھا آخر اسے ڈانٹتی ڈپٹتی ہوئی خود اٹھیں۔

"ارے بیٹی تیرے پاس دس روپے ہیں تو دے دو رات کو تیرے ماموں آئیں گے تو لے لینا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہیں مامی، میں کوئی غیر ہوں۔"

میں نے پرس کھولا میرے پاس اتفاق سے change نہیں تھا ہزار اور پانچ سو کے نوٹ تھے ایک پانچ سو کا نوٹ مامی کو پکڑا دیا۔

"مامی change نہیں ہے۔"

لیکن یہ ابتدا تھی اگلے چند روز میں مامی اور وحید مختلف حیلے بہانوں سے مجھ سے سات آٹھ ہزار روپے لے چکے تھے۔

وحید کا تو وہی انداز تھا۔ "سمیعہ کچھ روپے ادھار دے دو رات کو لوٹا دوں گا۔"

اور مامی کا وہی پرانا انداز مختلف اخراجات کا رونا دھونا اور مجھے لگتا کہ میرے پاس روپے ہیں تو مجھے ان کی ضرورت پوری کرنا چاہیے۔ مجھے ماموں کے گھر آئے سات دن

تھا جب میں نے سوچا اس سارے عرصہ میں حسان نے نہ کوئی میسج کیا نہ فون تو کیا میں نے حسان کو بھی کھو دیا ہے اور اس احساس نے میرے اندر ماتم پیدا کر دیا میرا دل بے آواز رو رہا تھا بالآخر ایک دن تو اسے جانا ہی تھا میرے اور اس کے درمیان ایسا کیا تھا جو میں اسے روک سکتی تھی اس نے انسانیت کے ناطے اتنا کچھ کیا تھا اور میرا خیال رکھا تھا یہ بہت تھا اور اس کی نیک فطرت تھی کہ وہ ہر ایک کے کام آتا تھا ورنہ۔۔۔ اور کیا واقعی میرے اور اس کے درمیان کچھ نہیں تھا میں نے اپنے آپ سے پوچھا کیا میں صرف اس لیے اسے مس کر رہی ہوں کہ میرے ساتھ ہمدردی کرتا تھا اور اس نے میرا خیال کسی اپنے کی طرح رکھا۔ نہیں کچھ تو تھا دوستی یا شاید محبت۔

میں یکدم چونکی کیا میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں اور مجھے اپنے دل کے ایک کونے میں اس کا نام جگمگاتا ہوا دکھائی دیا یہ ایک اور رتجگا تھا لیکن اس رتجگے میں آگہی کا کرب تھا محبت کا سوز تھا اور کھو جانے کا دکھ۔ اگلی صبح مجھے بہت روشن اور خوبصورت لگی تھی برآمدے میں بیٹھی میں دھوپ کو انجوائے کر رہی تھی جب عاصمہ ہاتھ میں ایک تصویر اٹھائے اپنے کمرے سے باہر نکلی گھر میں میرے اور عاصمہ کے سوا کوئی نہیں تھا صبح ناشتے کے بعد مامی، وحید، ماموں اور نسرین کسی رشتہ دار کے ہاں اچانک ہو جانے والی موت پر چلے گئے تھے مرید کے اور نوید دکان پر تھا۔

"یہ دیکھو عارفہ پھپھو کی شادی کی تصویر، میں ابا کی الماری صاف کر رہی تھی کہ اخبار کے نیچے سے ملی ایسا لگ رہا ہے جیسے تمہاری تصویر ہو۔" عاصمہ نے کہا

میں نے بے حد اشتیاق سے تصویر پکڑ لی اور پھر ساکت ہو گئی میری نظریں تصویر پر تھیں اور دل جیسے لمحہ بھر کے لیے بند ہو گیا تھا۔

"ہیں نا عارفہ پھپھو بالکل تمہاری کاپی۔"

لیکن میں اماں کو کب دیکھ رہی تھی میں سرخ لباس میں ملبوس اس دبلی پتلی اپنی ہمشکل لڑکی کو دیکھنے کے بجائے اس کے ساتھ کھڑے اس شخص کے دیکھ رہی تھی جو بلیک ڈنر

سوٹ میں بے حد باوقار اور شاندار لگ رہا تھا۔

''پپا!'' میرے لبوں سے سرگوشی کی طرح نکلا تھا اور پھر میرے آنسو رخساروں پر بہہ آئے تھے۔

''او شاید تمہیں اپنی اماں کی یاد آرہی ہے۔''

عاصمہ میرے رونے پر بے زاری کھڑی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''تصویر مجھے واپس کر دینا ابا نے بہت سنبھال کر رکھی ہوئی ہے، بہت پیار تھا انہیں اپنی بہن سے۔''

مامی اور ماموں نے کیوں چھپایا، انہوں نے جھوٹ کیوں بولا؟ میری امی کی شادی پپا فصیح احمد سے ہوئی تھی یہ بات کیوں نہیں بتائی مجھے۔ میں نے کتنی ہی بار دونوں کی تصویروں کو دیکھا امی اگرچہ کچھ دبلی پتلی اور کمزور سی تھیں لیکن ان کی آنکھیں ان کے ہونٹ ناک پیشانی سب میرے جیسی ہی تھی اور پپا سنجیدہ اور باوقار سے کتنے گریس فل لگ رہے تھے میرا جی چاہا کہ میں ابھی بھاگتی ہوئی جاؤں اور ان کے قدموں پر گر کر معافی مانگ لوں وہ سب کچھ دیر پہلے میرے کوئی نہیں تھے اب ان سے سب سے میرا رشتہ جڑ گیا تھا ایک تعلق تھا بھلے سے مما سوتیلی تھیں لیکن وہ سب تو اپنے تھے نا لیکن اب میرا دل ڈوبنے لگا میں نے اپنے شہر محبت کو خود چھوڑا تھا میں دھوپ ڈھلنے تک وہیں برآمدے میں بیٹھی رہی عاصمہ مجھ سے تصویر لے گئی تھی حالانکہ میں نے اس سے کہا تھا کہ تصویر مجھے دے دو لیکن جواباً اس نے کندھے اچکا دیئے تھے

''ابا سے مانگ لینا۔''

ایک بار نوید بھی دکان سے اندر آیا تھا اور مجھ سے حال چال پوچھ کر باورچی خانے میں گھس گیا تھا عاصمہ نے اسے کھانا دیا تھا اور خود روٹی پکا کر میرے پاس آکر کھانے لگی میرے اندر کھانے کی طلب نہ تھی حالانکہ عاصمہ نے دوبار مجھ پوچھا تھا۔

''رات کی دال پڑی ہے اور اگر دال نہیں کھانا تو میری طرح اچار سے کھالو۔''

لیکن نے نفی میں سرہلا دیا تھا میں تو یہ گتھی سلجھا نہیں پا رہی تھی کہ پپا نے ایک غریب لڑکی سے شادی کیوں کی اور پھر ماموں مامی نے یہ بات مجھ سے چھپائی کیوں، کیا اس طرح کر کے وہ کوئی مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن کیا، یہ مجھے سمجھ نہیں آتا تھا میں نے سوچا کہ میں حسان کو فون کروں لیکن حسان کا سیل آف تھا۔ عاصمہ کھانا کھا کر پھر اندر چلی گئی اور میں اسی طرح بیٹھی تھی میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں ایک بار پھر تصویر دیکھوں۔ آخر کار اٹھ کر میں اس کے پیچھے کمرے میں آئی وہ ماموں کی چارپائی پر بیٹھی دس دس کے نوٹ گن رہی تھی مجھے دیکھ کر چونکی اور روپے مٹھی میں بند کر لیے۔

''پلیز وہ تصویر مجھے دے دو۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ وہ میری امی کی تصویر ہے میں نے زندگی بھر انہیں نہیں دیکھا اب اس تصویر کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں پلیز میری بہن دے دو۔'' میں جانتی تھی ماموں یہ تصویر مجھے نہیں دیں گے ان کا راز کھل جاتا۔

''پتا ہے یہ تصویر الماری میں کپڑوں کے نیچے پڑے اخبار کے نیچے بالکل پیچھے کونے میں پڑی تھی اور میں اماں کی بچت ڈھونڈ رہی تھی تو مل گئی اتنی محنت کا فائدہ بھی کوئی نہ ہوا صرف ایک سو اسی روپے ملے ہیں۔'' اس نے مٹھی کھول دی۔

''جبکہ میں نے ریڈی میڈ کپڑوں کی دکان پر جو سوٹ دیکھا تھا وہ دو ہزار روپے کا ملتا ہے۔''

''اچھی بہن میں تمہیں دو ہزار دوں گی یہ تصویر مجھے دے دو۔''

''اچھا لیکن اماں ابا کو نہ پتا چلے۔''

''نہیں بتاؤں گی۔''

اور تصویر لے کر میں نے اسے دو ہزار روپے دے دیے تھے میں نہیں جانتی کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے اور مجھے کیا کرنا ہے یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کیا ہونے

والا ہے میں کچھ جج نہیں کر پا رہی تھی۔ میرے اندر سے آواز اٹھ رہی تھی کہ مجھے واپس چلے جانا چاہیے وہ مجھے معاف کر دیں گے ضرور، مما معاف نہ بھی کریں تو پپا ضرور معاف کر دیں گے لیکن کوئی احساس شرمندگی مجھے روکتا بھی تھا۔ نہیں اب نہیں۔ رات کو سب لوگ واپس آ گئے تھے میں کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ نسرین، عاصمہ اور میں ایک کمرے میں سوتے تھے جبکہ تینوں بھائیوں کا ایک کمرہ تھا ہمارے کمرے کے بالکل ساتھ ماموں اور مامی کا کمرہ تھا۔ نسرین آتے ہی اپنی چارپائی پر ڈھے گئی تھی۔

''اف او میں تو تھک گئی ہوں۔''

عاصمہ رات کا کھانا ٹرے میں رکھ کر کمرے میں لے آئی تھی۔ وہ بہت خوش تھی شاید یہ ان دو ہزار روپوں کا اثر تھا اس نے آلو کی بھجیا بنائی تھا اور ساتھ میں کچھ کباب تھے۔

''وحید لایا، اٹھو تم بھی کھا لو۔'' اس نے چارپائی پر ٹرے رکھا۔ نسرین فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''میں سمیعہ کے لیے لائی ہوں تم خود ہی باورچی خانے میں جا کر کھا لو۔''

''بڑی خاطریں ہو رہی ہیں خیر تو ہے نا۔'' نسرین نے آنکھیں مٹکائیں۔

''نسرین آ جاؤ تم کھا لو، مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''تم نے صبح کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔'' عاصمہ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔

''بس جی نہیں چاہ رہا۔'' نسرین میری چارپائی پر آ کر بیٹھ گئی اور اب مزے سے روٹی پر کباب رکھے کھا رہی تھی۔

''تمہاری کتنی چھٹیاں رہ گئی ہیں؟'' اس نے پانی پیتے ہوئے پوچھا۔

''چھٹیاں تو چار پانچ ہیں لیکن میں شاید کل یا پرسوں لاہور چلی جاؤں وہاں سب اداس ہو رہے ہوں گے۔'' بے اختیار ہی میرے لبوں سے نکلا تھا حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''کیا تم صبح چلی جاؤ گی؟'' نسرین کو پانی پیتے پیتے اچھو آ گیا۔

''آرام سے کھاؤ نا، کباب دیکھتے ہی تم تو پاگل ہو جاتی ہو۔ یہ آلو کی بھاجی بھی ہے۔'' عاصمہ نے اس کے ہاتھ سے دوسرا کباب لے لیا۔ پلیٹ میں صرف تین کباب ہی تھے۔

''یہ چکھو نا سمیعہ، بہت مزے کا ہے۔''

''نہیں پلیز عاصمہ نہیں!''

''چائے بنا دوں؟''

''ہاں اگر تکلیف نہ ہو تو!''

''واؤ!''

نسرین دسترخوان سے ہاتھ پونچھتی اور آنکھیں مٹکا مٹکا کر عاصمہ کو دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی جب دوبارہ نسرین کمرے میں آئی تو میں چائے پی چکی تھی نسرین نے آتے ہی یہ کہہ کر لائٹ آف کر دی کہ ''مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔''

میں نے خاموشی سے کروٹ بدل کر لحاف کے اندر منہ کر لیا عاصمہ نے آ کر کمرے کی لائٹ جلائی تھی پھر ہم دونوں کو سوتا دیکھ کر لائٹ آف کر کے وہ بھی سو گئی۔ ٹی وی بیٹھک میں تھا جہاں تینوں بھائی سوتے تھے اور عموماً عاصمہ، نسرین دیر تک اس کمرے میں بیٹھی ٹی وی دیکھتی رہتی تھیں لیکن آج کل ٹی وی خراب تھا لہٰذا وہ جلد سو جاتی تھیں۔ ماموں روز وعدہ کر جاتے کہ وہ آج ٹی وی ٹھیک کرانے لے جائیں گے لیکن انہیں وقت نہیں مل رہا تھا وہ دونوں تو جلد ہی سو گئیں لیکن میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی ساری زندگی کی فلم میری آنکھوں میں چل رہی رات کا جانے کونسا پہر تھا جب میں پانی پینے کے لیے کمرے سے باہر نکلی تھی ماموں کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے میں ٹھٹک کر رک گئی۔

''میں کہتی ہوں وحید کے ابا کب بات کرو گے سمیعہ سے؟'' یہ مامی کی آواز تھی۔

''آہستہ بولو۔'' ماموں نے اسے تنبیہ کی لیکن مامی شاید آہستہ بول ہی نہیں سکتی تھیں۔

''میں کہتی ہوں سنا نہیں تھا، نسرین کیا کہہ رہی تھی کہ وہ آج کل میں لاہور جا رہی ہے اور لاہور جا کر تو۔۔۔۔'' مامی کی آواز قدرے مدھم ہوئی تھی میں نے اپنی ساری سماعتیں ان کی بات سننے پر لگا دیں تھیں۔

''میں نے اس کے کان میں بات تو ڈال دی تھی کہ عارفہ کی کیا خواہش تھی بس اب تم صبح ہی اس سے بات کر لو۔۔۔''

''کیا بات کروں شمو، تو کر لے۔''

''لے میں تو پرائی ہوں تو سگا ماموں ہے۔ کیا برائی ہے میرے وحید میں، گورا چٹا اونچا جوان ہے۔''

''کام وام تو کچھ کرتا نہیں اور۔'' مامی نے ماموں کو ٹوک دیا۔

''ارے تو کیا فصیح احمد نہیں دے گا بیٹی کو کچھ، اتنا دولت مند ہے بس لاہور جانے سے پہلے دونوں کا نکاح ہو جائے۔ فصیح احمد صاحب تو شریف آدمی ہیں، چاچا کتنی تعریف کرتا تھا۔ اپنی عزت کے لیے خود دھوم دھام سے رخصتی کریں گے۔ آخر بیٹی ہے ان کی اور دیکھتے نہیں کتنے ٹھاٹھ سے رہتی ہے کتنا کھلا پیسہ خرچ کرتی ہے آج اپنی عاصمہ کو بھی دو ہزار روپے دیے ہیں سوٹ خریدنے کے لیے۔''

''لیکن وہ راضی نہیں ہو گی وحید سے نکاح کے لیے۔'' ماموں متذبذب سے تھے

''ارے تو راضی کرنا، کوئی چکر چلا، دیکھ وحید کے ابا وحید کا نکاح ہو جائے نا اس سے پھر تو ہمارے وارے نیارے ہیں وحید کو میاں صاحب کام پر لگا دیں گے اور بیٹی کو بھی اس کی شایان شان کوٹھی، کار بنگلہ دیں گے ہی اور پھر اس کا بھی حصہ ہے دو چار بچے ہو گئے اس کے تو پاؤں مضبوط ہو جائیں گے ہمارے بھی، ہم اس کے حصے کا مطالبہ کر دیں گے۔''

مامی بہت آگے تک سوچ رہی تھی مجھے ہنسی آ گئی لیکن مجھے ان پر غصہ نہیں آیا یہ ان کی ضروریات تھیں ان کی تشنہ خواہشات تھیں جنہیں وہ میرے ذریعے سے پورا کرنا چاہتے تھے۔ میں دبے پاؤں اپنے کمرے میں آ گئی ان کی اپروچ اتنی ہی تھی وہ مجھے روکنے اور وحید

کے ساتھ میرا نکاح کرنے کے لیے کیا منصوبے بنا رہے تھے اس سے مجھے دلچسپی نہ تھی میں نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا مجھے اب یہاں نہیں رہنا تھا اور مجھے یہاں جاب بھی نہیں کرنا تھی۔ میں نے حسان کے فون پر میسج کیا۔

''مجھے فون نہ کرنا صبح ہوسٹل سے مجھے پک کر لو پلیز، مجھے ایک بار پھر تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔'' فوراً ہی جواب موصول ہوا تھا۔

''میں آ رہا ہوں لیکن کیا تم کسی خطرے میں ہو کیا تم مجھ سے بات نہیں کر سکتیں۔''

''ہاں کسی حد تک!'' میں نے جواب دیا۔

''بات ممکن نہیں۔ میں صبح سے پہلے یہاں سے نہیں نکل سکتی صبح یہاں سے ہوسٹل جاؤں گی اور پلیز اب میسج نہ کرنا اور پریشان مت ہونا۔''

لیکن کیا میرے لکھنے سے حسان کی پریشانی ختم ہو سکتی تھی اس وقت رات کے دو بجے تھے اور شاید وہ اسی وقت لاہور سے نکل پڑا تھا جب رات کی چلمن سے صبح نے جھانکا تو میں ایک بار پھر ایک گھر سے چوروں کی طرح نکل رہی تھی ایک بار پہلے میں جس گھر سے نکلی تھی وہ میرا شہر محبت تھا میں نے کئی بار اسے رک رک کر دیکھا تھا لیکن آج میں جس گھر سے نکلی تھی یہ گھر میرا نہیں تھا اور میں پیچھے دیکھے بغیر تیز تیز چلتی ہوئی جب ہوسٹل کے گیٹ پر پہنچی تو وہاں صبح کے ملگجے سے اندھیرے میں حسان کو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑے دیکھ کر آج مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی بلکہ کسی آگہی، کسی ادراک نے اندر چراغاں کر دیا تھا۔

''تھینک گاڈ!'' مجھے دیکھتے ہی اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

''حسان مدحت کے ہسبنڈ واپس آ گئے ہیں کیا؟''

''نہیں!''

حسان کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

''تم اپنا سامان لے آؤ اندر سے!''

چوکیدار نے حیرانی سے مجھے دیکھا تھا۔

''میڈم ابھی تو دو تین چھٹیاں باقی ہیں۔''

''ہاں!'' میں نے اپنے کمرے سے سامان اٹھایا تھا اور ریزائن لکھ کر چوکیدار کے حوالے کیا۔

''یہ میرا ریزائن ہے بابا، شمسی صاحب آئیں تو انہیں دے دیجیے گا۔''

یہ ایک پرائیویٹ کالج تھا اور یوں بھی میں ابھی تک عارضی طور پر تھی۔ حسان نے میرا اٹیچی کیس لے کر گاڑی کی ڈگی میں رکھا اور تھوڑی دیر بعد ہم لاہور کی طرف عازم سفر تھے۔

''ہاں اب شروع ہو جاؤ۔'' مین روڈ پر آتے ہی حسان نے کہا تو میں نے سب کچھ بتا دیا۔

''تمہیں حیرت نہیں ہوئی حسان یہ جان کر کہ پپا نے ایک۔۔۔''

''نہیں!'' خلاف توقع حسان نے جواب دیا۔ ''میں پہلے ہی حقیقت جان چکا ہوں۔''

'اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں اور ان سات آٹھ دنوں میں ایک بار بھی مجھے فون نہیں کیا۔'' میں نے گلہ کیا۔

''تم نے مس کیا تھا؟''

''ظاہر ہے۔'' میں جھنجھلائی۔

''ایک بندہ جو پچھلے اڑھائی دو ماہ سے آپ کا سایہ بنا ہوا ہو وہ مس نہ لے۔''

مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔ ''لیکن میں تمہیں جاتے ہوئے بتا گیا تھا۔''

''مگر مجھے یقین تھا تم مجھے اس طرح بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے۔''

''اتنا یقین ہے مجھ پر۔'' اس نے ذرا سا رخ موڑ کر مجھے دیکھا۔

''ہاں ہے۔'' میں نے پورے یقین اور مان سے کہا۔

''ویسے تم اکیلی کہاں تھیں تمہارے اپنے رشتہ دار تھے ناں تمہارے پاس۔'' اس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ میں شرمندہ ہوگئی۔

''دراصل میں ایک اور محاذ پر لڑ رہا تھا۔''

''کیا گھر والوں سے صلح ہوگئی؟''

''ہاں!''

''شکر ہے، یہ تو بہت اچھا ہوا۔ یہ بتاؤ تم نے پپا کا مجھے کیوں نہیں بتایا۔''

''دراصل مجھے کل ہی سب پتا چلا تھا کل صبح مارکیٹ میں رومی اور تمہاری مما ملی تھیں وہ تمہارے لیے بہت دکھی ہو رہی تھیں رومی نے مجھے بتایا تھا تمہاری جدائی میں تمہاری مما بیمار ہوگئی تھیں تمہارے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ تم سے بھی رومی سے کم محبت نہیں کرتیں۔''

''مما بیمار ہوگئیں تھیں میرے لیے!''

''ہاں!'' حسان سنجیدہ تھا۔

اور پھر رومی کے اصرار پر میں نے بتا دیا تھا کہ تم خیریت سے ہو اور کہیں جاب کر رہی ہو تمہیں یہ جان کر شاک لگا تھا کہ تم مما کی بیٹی نہیں ہو اور ڈیڑھ ماہ تک تم اس شاک سے نکل نہیں سکی تھیں تب رومی اور مما تم سے ملنے کو بے چین ہو رہی تھیں وہ تو اسی وقت تمہارے پاس آنا چاہتی تھیں لیکن میں نے ان سے کہا کہ ابھی نہیں ابھی ذرا کچھ دن تم اپنے ماموں کی میزبانی سے لطف اٹھا لو پھر یہاں آنے کے بعد تمہیں شاید موقع نہ ملے۔''

''تم سچ کہہ رہے ہو نا حسان۔''

آنسو میری آنکھوں سے بہہ نکلے۔ مما مجھ سے ناراض نہیں تھیں انہوں نے ایسا ہی کہا تھا نا۔ میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھ دیا تھا اور ہولے ہولے ہلا رہی تھی۔

''یار میں ڈرائیو کر رہا ہوں خیال رکھو اور پھر بھلا میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا اور پتا ہے شام کو ہی ریان اور پپا مجھ سے ملنے ہوسٹل آگئے میں نے رومی کو اپنا ایڈریس بتا دیا

تھا تب مجھے پتا چلا کہ تم جیسی پاگل لڑکی دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔"

"بکومت!" میں نے ہولے سے اس کے بازو پر مکا مارا۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ شادی کے آٹھ سال بعد جب اولاد نہ ہوئی تو میری والدہ چاہنے لگیں کہ میں دوسری شادی کر لوں اس کے لیے انہوں نے کئی لڑکیاں بھی دیکھ لیں اگرچہ میں اس کے لیے رضامند نہ تھا انہیں دنوں میرے بابا کے آفس کا ایک کلرک دو چار بار گھر آیا وہ اپنی بیٹی کے ساتھ آیا تھا شاید وہ اس کا علاج کروانا چاہتا تھا لیکن اس کی ملاقات وجیہ سے ہوگئی۔ حسان بتا رہا تھا میں دھیان سے سن رہی تھی۔ وجیہ نے عارفہ کو دیکھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر میں عارفہ سے شادی کر لوں تو غریب لڑکی ہے دب کر رہے گی اور اولاد کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی کیونکہ میں اکلوتا تھا اور میری والدہ میری دوسری شادی کے لیے بہت ضد کر رہی تھیں وجیہ کا خیال تھا کہ جلد یا بدیر میں والدہ کے سامنے ہار جاؤں گا اور اگر کوئی اس کے برابر کی لڑکی ہوئی تو ممکن ہے کہ میں اولاد ہو جانے کی وجہ سے اسے زیادہ توجہ دینے لگوں اور وہ پس منظر میں چلی جائے بہر حال اس کا ڈر اور خوف اپنی جگہ صحیح تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں منیر صاحب کی بیٹی سے شادی کر لوں گا لیکن بعض اوقات بہت سی انہونی باتیں ہو جاتیں ہیں میری والدہ کا عارفہ کے لیے مان جانا بھی حیران کن تھا۔ پتا نہیں وجیہ نے انہیں کیسے منایا تھا بہر حال وہ وجیہ سے محبت کرتی تھیں اور وہ ان کی من پسند بہو تھی ان کے شوہر کی بھتیجی ہی نہیں ان کی بھانجی بھی تھی اور پھر وجیہ کو بات منوانے کا ہنر بھی آتا تھا۔ یوں عارفہ سے میری شادی ہوگئی وجیہ کی دل شکنی کے خیال سے میں نے عارفہ کو الگ فلیٹ لے کر دیا تھا اور ہفتے میں تین دن اس کے پاس اور تین دن وجیہ کے پاس رہتا تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ وجیہ اور عارفہ دونوں کو ایک ساتھ ماں بننے کی نوید ملی تھی میری والدہ کا انتقال عارفہ کی شادی کے چھ ماہ بعد ہی ہو گیا تھا وجیہ چاہتی تھیں کہ میں عارفہ کو فارغ کر دوں اب خدا نے اسے بھی نوازا تھا لیکن میں اس ظلم کے خلاف تھا جس کی وجہ سے وہ بہت ٹینشن میں رہتی تھی اب یہ اس ٹینشن کی وجہ تھی یا نہ جانے کیا کہ وقت سے کچھ

پہلے اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانا پڑا اور سیزیرین سے اس کی بیٹی ہوئی اس نے بڑے شوق سے اپنی بیٹی کا نام سمیعہ رکھا تھا لیکن اپنی پیدائش کے ٹھیک دس دن بعد اس بچی کا انتقال ہو گیا ادھر عارفہ نے پندرہ بعد ایک بچی کو جنم دیا اور خود نہ بچ سکی اس کے پھیپھڑے ختم ہو چکے تھے میں عارفہ کی بیماری سے لاعلم تھا۔ ممکن ہے وجیہ کو خبر ہو میں نے بچی وجیہ کی گود میں ڈال دی اور وجیہ کو اپنی بیٹی کا نعم البدل مل گیا اس نے سومی کو اپنا دودھ پلایا جان سے زیادہ پیاری تھی وہ اسے، پھر پتا نہیں کب اس نے سومی اور ردی میں فرق کرنا شروع کیا بخدا مجھے نہیں معلوم ہو سکا شاید انسان کبھی کبھی اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے اب تو وہ مجھ سے زیادہ تڑپ رہی ہے۔ خدا کے لیے حسان بیٹے مجھے مری بچی کے پاس لے چلو اسکے بغیر ہم سب بہت۔۔۔۔"

"اور تم نے مجھے بتایا نہیں حسان، کیوں کیوں۔۔۔۔"

میرے آنسو میرے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور میں اس کے بازو پر ہولے ہولے مکے مار رہی تھی۔

"پاگل ہو تم، یہ کل شام کی بات ہے عصر کے وقت مجھے رومی اور مما ملی تھیں اور آج صبح میں اور انکل آ رہے تھے تمہاری خبر لینے کہ تمہارے فون پر بھاگا میں تمہاری طرف، ویسے یہ بتاؤ یہ ہر مشکل میں تمہیں میں ہی کیوں یاد آتا ہوں۔"

وہ نچلے ہونٹوں کا کونا دانتوں تلے دبائے مسکرا رہا تھا۔

"پتا نہیں!" میرا دل زور سے دھڑکا۔

"میں بتاؤں؟"

اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے رکھے وہ میری طرف مڑا۔

"سامنے دیکھو پلیز!"

"یہ آنسو تو پونچھ لو۔"

میرے گیلے رخسار کو ایک لمحہ کے لیے اس نے انگلیوں سے چھوا۔

"یہ آنسو۔۔۔لیکن حسان۔" میں پھر پریشان ہوگئی۔

"پپا۔۔مما۔۔وہ۔" میری ہچکی بندھ گئی۔ "میرے اس طرح آجانے سے ان کی عزت۔۔۔میں۔۔۔میں کیسے اب اس خاندان کا حصہ بن سکتی ہوں لوگ کیا کہیں گے انگلیاں اٹھیں گی۔"

"ہاں یہ تو ہے!"

حسان سنجیدہ ہوگیا۔

"لیکن گھر چل کر سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

میرے دل پر افسردگی کا غبار سا چھا گیا میں کتنی بدنصیب ہوں میری جذباتیت نے مجھے گھر سے بے گھر کر دیا تھا میرا شہر محبت مجھ سے چھین لیا تھا کاش میں صبر اور حوصلے سے حقیقت کو برداشت کرتی کاش میں اتنی احسان فراموش نہ ہوتی میرے اندر پچھتاوے تھے دکھ تھا اپنی بے عقلی اور جذباتیت کا پچھتاوا اپنے پیاروں سے بچھڑ جانے کا دکھ۔

"نہیں، یہ نہیں ہوسکتا حسان میں اب اس گھر میں جا کر مما پپا کو مزید بے عزت نہیں کر سکتی بس تم ایک بار نہیں، مجھ سے ملانے لے آنا حسان میں ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گی میں ریان اور روی کو گلے لگا کر بہت سارا ملوں گی میں بیا سے بھی سوری کرلوں گی۔"

میں جب یہ کہہ رہی تھی اس وقت حسان مدحت کے خوبصورت گھر کے گیٹ میں داخل ہو رہا تھا گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے جب ہم اندر پہنچے تو مدحت دونوں پاؤں صوفے پر رکھے شال چاروں طرف لپیٹے بیٹھی تھی۔

"یہ تم دونوں ہمیشہ ایسے ہی وقت میں کیوں دھاوا بولتے ہو۔ کیا ناشتہ کہیں اور نہیں ملتا۔" مدحت کا انداز بڑا خوشگوار تھا۔

"دراصل گھر سے بھاگنے کے لیے سمعیہ کو یہ وقت بڑا مناسب لگتا ہے اور یہ ہمیشہ مجھے سوتے سے اٹھاتی ہے۔" حسان بھی شوخ ہو رہا تھا۔

لیکن میرا دل بجھا ہوا تھا اور میں مدحت سے شرمندہ سی مل رہی تھی۔

"تو کیا اب قاضی کا بندوبست بھی مجھے ہی کرنا پڑے گا۔" مدحت نے قہقہہ لگایا تھا۔

"نہیں یہ معاملہ تھرو پراپر چینل ہوگا۔" حسان بھی ہنستا تھا۔

"تو کیا معاملات سیٹ ہوگئے؟"

"ہاں، تقریباً فائنل گفتگو ہونا باقی ہے۔" وہ صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا میں ان کی گفتگو سمجھ نہیں پا رہی تھی اور سچ تو یہ ہے میں نے کچھ خاص دھیان بھی نہیں کیا تھا۔

"کیا انکل مان گئے ہیں؟"

"ماننا ہی پڑا ایک خواب سے میں دستبردار ہوا ایک سے وہ۔"

"یعنی؟" مدحت اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یعنی کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"ویسے شہلا اتنی بری تو نہ تھی۔"

"بات بری یا اچھی کی نہیں ہوتی۔ بات ایک ننھے سے دل کی ہے اور یہ ننھا سا لوتھڑا جب اڑ جائے ضد پر آجائے تو پھر کسی کی نہیں سنتا اور نہ ہی اسے کچھ اور نظر آتا ہے۔"

"یعنی ساون کے ہرے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے۔" مدحت نے قہقہہ لگایا۔

"گھر کب جا رہے ہو؟"

"شاید آج۔"

اور صرف یہ ایک بات تھی جو میں سمجھ پائی تھی تب ہی ملازمہ ٹرالی میں چائے کا سامان رکھ کر لے آئی۔

"سوی تم منہ ہاتھ دھولو اور ہاں ناشتے میں کیا لوگی؟"

"صرف چائے ہی لوں گی۔"

"ارے واہ صرف چائے کیوں، گرما گرم پراٹھے بنواؤ بھئی سوی نے آج بھی کل صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" حسان نے فوراً کہا تھا۔

وہ بہت ہی خوش نظر آرہا تھا میں خوش نہیں تھی مجھے ابھی کچھ فیصلے کرنے تھے کچھ سوچنا تھا مجھے اب کہاں جانا ہے کیا مجھے فوراً پہلے کی طرح کوئی جاب مل سکتی ہے یا نہیں، ایک یقین تھا کہ حسان ضرور میری مدد کرے گا پھر بھی دل اپ سیٹ تھا ناشتے کے کچھ دیر بعد حسان باہر نکل گیا تھا اور میرا دل جیسے سینے کی چار دیواری سے باہر نکلنے کو بیتاب ہو رہا تھا۔ مدحت جانے مجھ سے کیا کیا کہہ رہی تھی میں نے شعوری کوشش سے اپنے خیالات جھٹک کر اپنی توجہ مدحت کی طرف کی تھی۔

"حسان نے بڑی جنگ لڑی ہے تمہارے لیے سوی، تمہیں پتا ہے تمہارا نام لیے بغیر اس نے اپنے پپا کی منتخب کی ہوئی لڑکی کو ریجیکٹ کر دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ کسی کو پسند کر چکا ہے اس نے پہلے بھی میڈیکل میں نہ جا کر انہیں دکھ پہنچایا اب دوسری بار وہ انہیں disobey کر رہا تھا تو انہیں غصہ آ گیا لیکن اب وہ مان گئے ہیں دراصل آنٹی نے مجبور کیا ہے انہیں، خود وہ بھی شاید اندر سے کمزور ہو گئے ہیں حسان چھوٹا ہونے کی وجہ سے لاڈلا بھی تو بہت تھا۔"

میرے لیے یہ انکشاف بہت خوش کن تھا لیکن میں پوری طرح خوش نہیں ہو سکتی تھی میرا دل عجیب سی کیفیات میں گھرا ہوا تھا ذرا سی آہٹ پر میرا دل جیسے میرے قابو سے باہر ہو جاتا تھا۔

"ویسے تم ہو بہت پیاری، حسان کا انتخاب بہت اچھا ہے لیکن۔۔۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر سامنے دیکھنے لگی جہاں سے حسان کے ساتھ روی آ رہی تھی اس کے پیچھے کون تھا میں نے نہیں دیکھا آنسوؤں نے میری آنکھوں کے سامنے دھندلی چادر تان لی۔ میں بیتابانہ اٹھی تھی اور پھر میرے بازوؤں نے روی کو سمیٹ لیا تھا دونوں بازوؤں میں اسے بھینچے میں بے آواز رو رہی تھی روی روتے روتے گلہ کر رہی تھی پوچھ

رہی تھی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا سوی، ہمیں کیوں چھوڑ کر چلی آئیں؟ کیا تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں اکیلی تمہارے بغیر کیسے رہوں گی۔ کیا تمہیں کبھی ہماری یاد نہیں آئی تم اتنی ظالم تو نہیں تھی پھر اتنی ظالم کیوں بن گئیں۔"

"روی۔۔۔۔ رومو سوری۔۔۔ سوری مجھے معاف کر دو نا۔" لیکن میں اپنے حواس میں نہیں رہی تھی۔ پھر یکدم کسی نے روی کو کندھوں سے پکڑ کر الگ کیا میری نظریں اٹھیں اور میری چیخ نکل گئی وہ پپا تھے۔

"پپا میں بری ہوں بہت بری۔ میں نے آپ سب کو دکھ دیا ہے پلیز پاپا مجھے معاف کر دیں میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں بہت زیادہ، میں آپ سے الگ ہو کر ایک دن بھی خوش نہیں رہی۔"

"ناؤ ریلیکس سوی، اٹس او کے جو ہوا سو ہوا۔ کچھ غلطی ہماری بھی تھی میں تمہیں تمہارے رشتوں سے محروم نہیں کرنا چاہتا تھا یہ وجیہہ کی خواہش تھی کہ تمہیں کبھی معلوم نہ ہو کہ تم اس کی بیٹی نہیں ہو۔ سو یہ غلطی مجھ سے ہوئی کہ میں نے تمہارے ماموں کو۔۔۔"

"پپا پلیز کچھ مت کہیں۔"

میں تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی تب مما نے مجھے گلے لگا لیا مما کے سینے سے لگ کر جیسے برسوں کی تشنگی بجھ رہی تھی وہ میری سگی ماں نہیں تھی لیکن انہوں نے مجھے دودھ پلایا تھا مجھے اپنی اولاد کی طرح چاہا تھا۔ آہ میں۔

"مجھے معاف کر دو بیٹا، میری بشری کمزوری سمجھ کر۔"

"مما اس طرح نہ کہیں، ایسا مت کریں۔"

ریان مجھ سے خفا تھا وہ میرے قریب نہیں آیا تھا بس ایک طرف خاموش سے کھڑا ناراض ناراض سا مجھے دیکھ رہا تھا۔ مما کے بازوؤں سے نکل کر میں اس کی طرف لپکی تھی۔

"رانو میرے بھائی۔" دو سال پہلے کی طرح میں اس کے ہاتھ چوم رہی تھی اور رو

رہی تھی اور وہ یوں ہی ساکت کھڑا تھا وہ ایسا ہی تھا مجھے پتا تھا اندر سے وہ پگھل رہا ہوگا گداز ہو رہا ہوگا لیکن اسے مجھ سے ناراض ہونے کا، خفا ہونے کا پورا حق تھا۔

''مت بات کرو مجھ سے سومی!''

وہ مجھ سے ہاتھ چھڑا کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا میں بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی اور اب کبھی اس کا ہاتھ پکڑتی کبھی بازو۔

''یہ جذباتی سین کچھ زیادہ لمبا نہیں ہوگیا ادھر کچھ چائے پانی۔''

یہ حسان تھا جس نے یکدم میری جذباتیت کو کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ سب مجھے دیکھ رہے تھے میں یکدم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور نظریں جھکا لیں۔

''او بی بی جوس لاؤ۔'' تب ہی بی بی جوس کے گلاس ٹرے میں لے اندر آئی وہ ایک گلاس لیے میری طرف بڑھی۔ میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''لے لو اتنی انرجی ویسٹ ہوگئی ہے۔''

حسان بالکل میرے قریب کھڑا مسکرا رہا تھا پھر اس نے ٹرے سے ایک گلاس اٹھا کر مجھے دے دیا۔

''بی بی ناشتہ بنالو۔''

مدحت نے بی بی کو لاؤنج سے باہر جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''نہیں نہیں، ہم ناشتہ نہیں کریں گے بس اب چلتے ہیں پپا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔''

''کیا ہوا پپا کو؟'' میں نے بے قرار ہو کر پوچھا۔

''وہی بلڈ پریشر ہائی ہے کل سے۔'' مما نے ایک شاکی نظر مجھ پر ڈالی تھی اور یہ نظر مجھے اندر تک کاٹتی چلی گئی تھی پپا مجھ سے کتنی محبت کرتی تھیں کم از کم گھر چھوڑنے سے پہلے میں پپا سے تو شیئر کرتی یہ سب اور پھر یہ نقصان نہ ہوتا جو ہو چکا ہے آخر پہلے بھی تو ہر بات ان سے شیئر کرتی تھی۔ پپا جوس پی کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''چلیں!''

''پلیز، لائٹ سا ناشتہ۔''

مدحت نے پھر کہا تو پپا نے معذرت کر لی۔ تو یہ سب صرف اتنی سی دیر کے لیے تھا ابھی تو دو ماہ کی تشنگی نہیں بجھی ابھی تو میں نے جی بھر کے ان سب کو دیکھا بھی نہیں اور ابھی تو میں نے ریان کو بھی نہیں منایا جواب بھی روٹھا روٹھا سا بیٹھا ہے میرا دل چاہ رہا تھا پپا کی منت کروں مما سے التجا کروں تھوڑی دیر اور میرے پاس بیٹھیں لیکن کیا میں اس قابل تھی کہ التجا کرتی کتنا دکھ دیا تھا میں نے ان سب کو۔

''چلو بیٹا اپنا سامان لے آؤ۔'' پپا کہہ رہے تھے۔

''میں۔۔۔پپا میں!'' میں نے حیران ہو کر سب کی طرف دیکھا۔

''ہاں بیٹا۔''

''لیکن میں۔۔۔مما لوگ کیا کہیں گے آپ کو۔۔۔''

میرے آنسو پھر میرے رخساروں پر بہہ آئے۔

''میں بھلا کیسے جا سکتی ہوں آپ کے ساتھ، لوگ آپ کو طعنے دیں گے مذاق کریں گے پپا میں یہ برداشت نہیں کر سکتی مجھے اپنی غلطی کی سزا خود ہی بھگتنا ہے۔''

''ارے لوگ بھلا کیوں طعنے دیں گے۔''

مما نے یکدم آگے بڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لگا لیا کسی کو تمہارے متعلق کیا علم ہے ہم کوئی کسی گلی محلے میں تو نہیں رہتے کہ سارا محلہ باخبر ہو کہ ساتھ والے گھر میں کیا ہو رہا اور رہے ملازم تو انہیں یہی بتایا گیا ہے کہ تم انگلینڈ اپنے ماموں کے گھر گئی ہوئی ہو۔

میں مما کے بازوؤں کے حصار میں گھری کھڑی تھی ایک بار پھر میرے آنسو میرے رخساروں پر بہہ نکلے تھے میں ان سب کو چھوڑ کر چلی گئی تھی ان سب کی عزت کا خیال کیے بغیر اور انہوں نے مجھے بے وقعت نہیں ہونے دیا تھا۔

''مما۔۔۔مما ام سوری، ام رئیلی ویری سوری۔''

ممانے میرے آنسو پونچھے۔ ''بہت رولیا، اب گھر چلو۔''

میری نظریں یکدم ریان کی طرف اٹھ گئیں وہ ابھی تک مجھ سے خفا تھا۔

''سومی چلو گھر پلیز، ایسا کچھ نہیں ہونے والا جو تم سوچ رہی ہو۔''

ریان نے یکدم آگے بڑھ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے مڑ کر اسے دیکھا اس کی ناراض آنکھوں میں اپنائیت اور محبت کے رنگ تھے میں کتنی خوش نصیب تھی یہ ساری محبتیں میرے لیے تھیں یہ سب مجھے لینے آئے تھے تو میں کیوں اپنے شہر محبت میں نہ پلٹ جاتی۔

میرا شہر محبت جہاں میرے لیے محبتیں تھیں پیار تھا چاہت تھی اپنے شہر محبت میں قدم رکھتے ہی میرا دل چاہا تھا کہ ایک ایک کونے سے لپٹوں ایک ایک کونے کو چوم لوں کتنا غلط کیا تھا میں نے۔ میری سوچ کتنی غلط تھی۔ پپا کے گلے لگ کر میں نے ڈھیر سارے آنسو بہائے تھے کسی نے مجھے ڈانٹا ڈپٹا نہیں تھا کوئی بھی مجھ سے ناراض نہ تھا مما پپا سمجھ رہے تھے کہ کہیں نہ کہیں ان سے بھی غلطی ہوئی ہے لیکن میں جانتی تھی سارا قصور میرا ہے اپنے سگے والدین بھی بعض اوقات اپنے سب بچوں سے ایک جیسی محبت نہیں کرتے تو کیا وہ میری طرح چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اگر حسان نہ ہوتا اگر میرے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا تو۔۔۔

اس روز میں نے تقریباً تین ماہ بعد اپنے گھر کے ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر سب کے ساتھ کھانا کھایا تھا اور اس روز مجھے اپنی خوش قسمتی پر کوئی شک نہیں رہا تھا اور اس روز پپا، مما، ریان اور رومی گھر ہی رہے تھے اور اس روز میں نے پپا مما اور رومی سے اپنی اب تک کی زندگی میں سب سے زیادہ باتیں کیں تھیں مما نے اس روز مجھے میرے بچپن کی وہ باتیں بتائیں تھیں جو پپا کئی بار مجھے بتا چکی تھیں لیکن مما سے ان سب کو سننا بہت اچھا لگا تھا اس روز میں رات کو اپنے بیڈ پر لیٹی تھی تو ایک بار پھر میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں پتا نہیں اتنے دن میں کیسے اس گھر سے دور رہ لی تھی اور اب کبھی میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی میں نے خود سے عہد کیا تھا اور جب رات کو رومی نے میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

''سومی دروازہ کھولو۔''

اور بغل میں اپنا تکیہ دبائے جب وہ مندی مندی آنکھوں کے ساتھ اپنے بیڈ پر لیٹ گئی تھی تو مجھے لگا تھا جیسے بیچ میں یہ تین ماہ آئے ہی نہیں تھے سب کچھ ویسا ہی تھا ہاں سب کچھ ویسا ہی تھا بس مما بدل گئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے اپنے اندر چھپائے محبتوں کے سارے خزانے میرے لیے کھول دیئے ہوں میرے لیے ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہوتی ہوئیں۔

''سومی تم نے دودھ لیا۔ سومی تم نے اتنا کم کھایا۔ میرا خیال ہے آج شاپنگ کے لیے چلو۔''

میں دن میں کتنی ہی دفعہ سوری کرتی۔

''پاگل ہو تم!'' وہ پیار سے مجھے دیکھتیں۔

''مما میں اب کبھی یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی میرا جی چاہتا ہے مما کہ میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں اور آپ کی محبتوں کا جرعہ جرعہ پیتی رہوں۔'' ایک دن جب ہم لان میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے مما سے کہا تھا۔

''بیٹیاں سدا میکے میں نہیں رہتیں انہیں رخصت بھی کرنا ہوتا ہے میری جان اور ہم بھی اب جلد ہی تمہیں رخصت کریں گے۔''

اور تب رومی اور ریان نے مجھے مسکرا کے دیکھا تھا۔ پتا نہیں مما کیا سوچ رہی تھی میرے متعلق لیکن میرے ذہن میں اس وقت فیضان کا خیال نہیں آیا تھا بلکہ اگلے کئی دن میں نے فیضان کے متعلق نہیں سوچا تھا ہاں حسان کا خیال کئی بار آیا تھا لیکن میں نے واپس آنے کے بعد اسے فون نہیں کیا تھا پتا نہیں کیوں شاید مجھے اس کے فون کا انتظار تھا رومی اور ریان مسکرا رہے تھے میں نے مما کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ سے کہا تھا۔

''جی نہیں مجھے کہیں نہیں جانا میں تو بس ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی۔''

مما مسکرا دی تھیں۔

"اور وہ سارے لاڈ کروں گی جو بچپن میں نہیں کیے تھے۔" ریان نے کہا تھا۔ مما کی ہنسی گہری ہو گئی تھی۔

"ویسے مما آپ نئے الیکشن میں بھی کھڑی تو ہوں گی نا۔"

"دیکھوں گی۔"

وہ ریان کی طرف متوجہ تھیں میں بھی ریان کو دیکھ رہی تھی جب اچانک میری نظر روی پر پڑی وہ کھوئی کھوئی سی بیٹھی تھی اردگرد سے جیسے بالکل بے خبر اور میں نے تب غور کیا تھا کہ وہ اداس ہے بلکہ اکثر بات کرتے کرتے کھو جاتی ہے اور ایک نامعلوم سی اداسی اس کی آنکھوں سے جھانکنے لگتی ہے تب اس روز مما کے جانے کے بعد میں نے اس سے پوچھا تھا

"کیا بات ہے روی، تم کچھ اپ سیٹ لگتی ہو۔"

"نہیں تو کچھ بھی نہیں، تمہارا وہم ہے۔"

اور اس روز سنڈے تھا روی ابھی سو رہی تھی اور حسب معمول میں نے اسے سونے دیا تھا اور خود ناشتہ کر کے بیا کی طرف چلی آئی تھی بیا دھوپ میں بیٹھی تھیں میں ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"بیا میں سوچ رہی ہوں جاب کر لوں کہیں، پنجاب یونیورسٹی سے کلینکل سائیکالوجی میں ڈپلومہ لینے کے بعد کہیں نہ کہیں جاب تو مل ہی جائے گی اب۔"

"اب جاب اپنے سسرال میں ہی جا کر کرنا۔ نجیب کہہ رہا تھا کہ وہ جلد ہی فیضان کی شادی کرنے پاکستان آ رہے ہیں۔"

"فیضان کی شادی!"

میں حیران سی بیا سے کو دیکھ رہی تھی۔

"نجیب نے فیضان کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔"

"کیا اب بھی۔۔۔" ابھی تک میں حیران تھی۔

میرے اس طرح گھر سے چلے جانے کے بعد بھی۔

"جیا نے تم سے بات نہیں کی؟"

میرا سر نفی میں ہل گیا تھا لیکن دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا حسان، کیا میں حسان کے علاوہ کسی اور کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہوں میں نے اپنے دل سے سوال کیا تھا شاید نہیں۔

چاہے وہ فیضان ہی کیوں نہ ہو جس نے پہلی بار میرے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا شاید وہ وقتی لگاؤ تھا وہ میری زندگی میں آنے والا پہلا شخص تھا جس نے مجھے سراہا تھا میرے لیے محبت بھرے لفظ بولے تھے اور شاید اس کے لیے دل میں کچھ الگ محسوس کرنا نیچرل تھا یہ عمر کا ایسا ہی دور تھا جب اس طرح متاثر ہو جانا ہی فطری تھا لیکن محبت۔۔۔۔ محبت تو شاید میں نے حسان سے ہی کی ہے ممکن ہے ان دنوں میری شادی فیضان سے ہو جاتی تو اس تعلق کی وجہ سے اور اس رشتے کی وجہ سے جو ہمارے درمیان بنتا وہ لگاؤ محبت میں بدل جاتا بلکہ یہی ہونا تھا لیکن اب۔۔۔

میں چپ سی بیٹھی تھی۔

کیا میں مما پپا کو انکار کر سکتی ہوں اگر وہ میرے لیے فیصلہ کر چکے ہیں جبکہ میں پہلے ہی انہیں دکھ پہنچا چکی ہوں اگرچہ انہوں نے فراخ دلی سے مجھے معاف کر دیا تھا لیکن اب کیا میں پھر نہیں شاید میں ایسا نہ کر سکوں اور حسان مجھ سے محبت کرتا تھا ہر مشکل میں اس نے میرا ساتھ دیا تھا میری خاطر گھر چھوڑ تھا گو اس نے مجھے خود سے نہیں بتایا تھا لیکن میں جانتی تو تھی نا۔ مدحت نے مجھے بتایا تو تھا ایک طرف حسان تھا اور دوسری طرف مما پپا تھے۔

"تمہارے بال کتنے روکھے ہو رہے ہیں چندا، ادھر آؤ میں تیل لگا دوں۔"

بیا نے کہا تو میں انہیں چونک کر دیکھنے لگی۔ وہ میرے اور روی کے سر میں دس پندرہ دن بعد ضرور تیل لگاتی تھیں وہ اٹھیں اور تیل کی شیشی لے آئیں میرا ذہن یکدم خالی سا ہو گیا تھا میں کیا فیصلہ کروں گی ابھی مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا بیا میرے بالوں میں تیل لگاتے ہوئے ایک بار پھر میری شادی کی باتیں کرنے لگیں۔

''میں نے تو نجیب سے کہا ہے کہ بس اب وہ پاکستان میں ہی رہے بہت خاک چھان لی ہے اس نے باہر کی اور سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنی بیٹی کو اتنی دور نہیں بھیج سکتے۔ اتنے دن وہ ہم سے دور رہی تو مانو جیسے زندگی ختم ہو گئی تھی۔''

یہ محبتیں میں نے محض ایک ذرا سی بات پر ان ساری محبتوں کو بھلا دیا تھا۔

میں نے ایک متفکر سی نظر بیا پر ڈالی تھی۔

''بیا سوی کی شادی کب تک ہے؟''

رومی بیا سے پوچھ رہی تھی۔

''ہمارے ایگزام کے لحاظ سے شادی کی تاریخ رکھے گا۔''میں نے رومی کی طرف دیکھا اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی میرے دیکھنے پر اس نے فوراً نگاہیں جھکا لیں۔

''نجیب تو کہہ رہا تھا کہ وہ جلد ہی سیٹیں کنفرم کروا کے اطلاع دے گا کہ کب آ رہے ہیں اور شادی کی تاریخ وغیرہ وہاں آ کر ہی طے پائے گی نا اور تمہارے ایگزام کے بعد ہی کی کوئی تاریخ رکھیں گے تم بے فکر رہو۔''

بیا نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا لیکن رومی یکدم ہی اٹھی تھی۔

''ارے بیٹا بیٹھو تمہارے بالوں میں بھی تیل لگا دوں۔'' بیا نے اسے روکا تھا لیکن وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے تیزی سے اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

میں نے اس کی آنکھوں میں نمی سی محسوس کی تھی ایک بار پھر میں نے نوٹ کیا تھا کہ وہ کچھ افسردہ اور اداس سی ہے لیکن کیوں۔۔۔ مجھے اس کا جواب نہیں معلوم تھا۔ کیا کہیں۔۔۔ وہ ناظمہ شیرازی۔۔۔ میرا دل کانپا تھا لیکن پھر میں نے فوراً ہی اس خیال کو رد کر دیا تھا۔ نہیں رومی اتنی بے وقوف ہرگز نہیں ہے کہ میرے بتانے کے باوجود وہ ناظمہ شیرازی سے کوئی ربط رکھے۔ تو پھر۔۔۔ میں سارا دن رومی کو نوٹ کرتی رہی اور اسی کے متعلق سوچتی رہی ایک بار پھر میرے ذہن سے فیضان اور اپنی شادی کا خیال نکل گیا تھا رومی

کو میری ضرورت ہے میں نے سوچا تھا۔

لیکن کیا ان تین ماہ میں ہمارے درمیان اتنی اجنبیت در آئی ہے کہ وہ مجھ سے اپنا مسئلہ شیئر نہیں کر سکتی میں بہت افسردہ تھی۔

کاش کوئی میری زندگی سے یہ تین ماہ نکال دے۔

رات کو جب وہ حسب معمول سونے کے لیے میرے کمرے میں آئی تو میں اس کی پڑھائی کے متعلق پوچھنے لگی اب وہ جلد ہی میرے کمرے میں آ جاتی تھی اسے آدھی رات کو آنے ضرورت نہ تھی عموماً ڈنر کے فوراً بعد ہی وہ میرے کمرے میں آ جاتی تھی۔

''سب ٹھیک ہے سومی ہر ٹیسٹ میں سب سے اچھے نمبر ہوتے ہیں۔''

''کسی ہیلپ کی ضرورت ہے؟''

''نو۔۔۔۔۔۔اور یوں بھی۔۔۔''اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

''چند ماہ بعد تمہاری شادی ہو جائے گی اور تم شاید امریکہ چلی جاؤ یا شاید یہاں ہی رہو دونوں صورتوں میں تمہارے بغیر ہی خود سے پڑھنے کی عادت ڈالنا ہے نا مجھے۔''

''رومی تمہیں فیضان کیسا لگتا ہے؟''میں نے اچانک پوچھا تھا۔

''بہت اچھے ہیں فیضان بھائی اور تم بہت لکی ہو۔''

''وہ کیسے بھئی فیضان کی اچھائی سے میرے لکی ہونے کا کیا تعلق ہے؟''

میں نے بے دھیانی سے اسے دیکھا اور وہ جیسے میری ناسمجھی پر حیران سی ہوئی۔

''ظاہر ہے ایک اتنا اچھا شخص تمہارا رفیق زندگی بنے گا تو تم خوش قسمت ہی ہوئیں نا۔''میں نے بغور اسے دیکھا تو اس نے کروٹ بدل کر کمبل میں منہ چھپا لیا۔

تو کہیں نہ کہیں کوئی بات ہے جو میں نہیں سمجھ پا رہی میں نے سوچا اور مجھے یاد آیا اس روز جب مما نے کہا تھا کہ میں ان کی بیٹی نہیں ہوں اس روز انہوں نے کچھ اور بھی تو کہا تھا میں نے یاد کرنے کی کوشش کی وہ کچھ اور کیا تھا ہاں شاید نہیں بلکہ یقیناً مما نے کہا تھا رومی فیضان سے محبت کرتی ہے اور یہ یعنی محبت کا ہو جانا کوئی ناممکن بات تو نہیں تھی کم عمر

نازک دل رومی کے دل میں فیضان کا خیال اور محبت پیدا ہو جانا نیچرل تھا جب مما نے جانے کتنی بار احساس دلایا تھا کہ فیضان اور رومی ۔۔۔۔۔ رومی اور فیضان مجھے اس لمحے رومی پر بے حد پیار آیا تھا وہ میری خاطر میرے لیے اپنے احساسات چھپا رہی تھی۔

"سومی پلیز لائٹ آف کر دو۔"

اس نے کمبل میں منہ چھپائے چھپائے کہا تھا یہ ایک اور غیر متوقع بات تھی وہ جب تک جاگتی رہتی تھی لائٹ نہیں آف کرنے دیتی تھی اسے لائٹ میں ہی سونے کی عادت تھی میں نے بنا کچھ کہے لائٹ آف کر دی تھی پتا نہیں وہ کب سوئی تھی مجھے معلوم نہیں لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی رات کے دو بجے جب میں اپنا سیل فون اٹھائے ٹیرس پر جا رہی تھی تو میں نے مڑ کر ایک نظر رومی پر ڈالی تھی حسب معمول سوتے میں اس نے کمبل اتار دیا تھا اور نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں اس کے رخسار پر آنسوؤں کے نشان صاف دکھائی دے رہے تھے اور چند لمحوں بعد ہی میں ٹیرس پر کھڑی سردی میں ٹھٹھرتی ہوئی حسان کو فون کر رہی تھی۔

"ہیلو"

وہ گہری نیند سے جاگا تھا۔

"حسان سنو!"

"اوہ گاڈ یہ تم ہو سومی۔"

"ہاں حسان سنو وہ ۔۔۔۔" اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں بات کس طرح شروع کروں وہ یکدم الرٹ ہو گیا۔

"یا اللہ خیر، سومی اب کیا ہوا کیا پھر سے گھر سے بھاگنے کا ارادہ ہے اب تو تمہیں اپنے پپا اور مما کے متعلق ۔۔۔۔"

"نہیں حسان وہ ۔۔۔۔"

"یار میں اس وقت مما پپا کے گھر میں ہوں اور میرے ڈیڈ رات کو اس پہر مجھے گھر

سے نکلتے دیکھ کر کچھ بھی سوچ سکتے ہیں۔" اسکے لہجے میں شوخی تھی۔

Listen me please لسن می پلیز۔

"کیا تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے سومی؟"

وہ یکدم سنجیدہ ہو گیا اور اس کے لہجے میں تشویش جھلکنے لگی تھی۔

"ہاں"

بے اختیار میرے لبوں سے نکلا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ بے چین ہو گیا تھا

"وہ حسان، مدحت نے کہا تھا کہ تم میرا مطلب ہے تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔۔۔"

"اوہ گاڈ اتنی سی بات کی تصدیق کے لیے تم نے رات کے دو بجے مجھے جگایا ہے کیا تم صبح تک صبر نہیں کر سکتی تھیں ظالم لڑکی۔ ویسے یہ مدحو، اس سے تو میں بعد میں بات کروں گا میری ساری محنت رائیگاں گئی۔ دس دن سے رومانی ناول پڑھ پڑھ کے آنکھوں میں آشوب چشم ہو گیا ہے سوچا تھا کسی روز شالامار یا مقبرہ جہانگیر کے کسی کونے میں بیٹھ کر زبردست قسم کے رومانی ڈائیلاگ بول کر تمہارا دل تم سے مانگوں گا خیر اب مدحو کی بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں حسان رضا بقائمی ہوش و حواس اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے سمیعہ احمد ولد فصیح احمد سے زبردست قسم کی محبت ہو گئی ہے اور ۔۔۔۔۔"

اس کے لہجے کی شوخی مجھے اچھی لگ رہی تھی اور اس کے الفاظ نرم نرم پھوار کی صورت میں میرے دل پر برس رہے تھے۔

"اب سو جاؤں سومی؟"

کچھ دیر بعد وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

میں چونکی۔

"دراصل وہ نجیب ماموں اور ماما ۔۔۔۔" میں نے حسان کو پوری بات بتا دی تو

وہ ہولے سے ہنسا۔

''ویسے سوچ لو سومی ابھی وقت ہے میں بے چارا غریب سا لیکچرار ہوں میرے ساتھ گزارا کرلوگی۔''

''بکومت!''میں نے اسے ڈانٹ دیا۔

''ویسے یہ ساری بات تم مجھ سے صبح بھی کرسکتی تھیں۔''خدا حافظ کہنے سے پہلے اس نے جتایا تھا۔

''اور صبح تک میرا ارادہ بدل جاتا تو۔۔۔''

میں نے بھی اسے تنگ کیا۔

''بکومت۔۔۔ارادہ بدل کر دیکھو۔''

اب وہ مجھے ڈانٹ رہا تھا اور میں ہنس رہی تھی اور جب میں کمرے میں آئی تو سردی سے کانپ رہی تھی اور ہاتھ ٹھنڈے یخ ہو رہے تھے لیکن میرا دل پرسکون تھا اب حسان خود ہی سنبھال لے گا سب۔

اگرچہ میں نے دو چار گھنٹے نیند لی تھی لیکن پھر بھی جب میں صبح اٹھی تو بہت فریش تھی۔ جب کہ رومی بہت تھکی تھکی اور نڈھال لگ رہی تھی ناشتہ کرتے ہوئے مما نے اس سے پوچھا تھا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے رومی۔

''نہیں سر میں درد ہے۔''

وہ صرف چائے کی ایک پیالی پی کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اس نے جاتے جاتے ریان سے کہا تھا کہ وہ آج کالج نہیں جائے گی اس لیے وہ چلا جائے۔

''بیٹا ایک سلائس لے لو اور پھر ٹیبلٹ لے لینا۔''

مما نے کہا تو اس نے انکار کردیا۔

''ابھی جی نہیں چاہ رہا کچھ دیر بعد لے لوں گی۔''

وہ چلی گئی اور ریان بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا ٹیبل پر میں اور مما ہی رہ گئے

تھے جب مما نے میری طرف دیکھا۔''بیٹا ایک کپ چائے بنا دو میرے لیے۔''

میں نے چائے دانی اپنی طرف کھسکائی۔

''سومی بیا نے تمہیں بتایا ہوگا کہ بھائی جان نے فیضان کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے؟''

''جی!''میرا سر جھک گیا تھا۔

اور چائے مما کی طرف بڑھاتے ہوئے میں سوچ رہی تھی کہ کیسے، کس طرح مما سے بات کروں۔

''فیضان بہت اچھا لڑکا ہے تم نے اس کے یہاں قیام کے دوران کچھ تو اندازہ لگا لیا ہوگا اس کی نیچر کا۔'' مجھے خاموش دیکھ کر مما نے پھر کہا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر مما کے پاس آگئی۔

''مما!''میں نے ان کے پاس نیچے کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا میں ہمیشہ ہر بات کہنے کے لیے پپا کے پاس جاتی تھی رات بھی حسان سے بات کرنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ میں صبح پپا سے بات کروں گی لیکن آج میں مما کے پاس بیٹھی تھی اور مما سے وہ سب کہہ رہی تھی تو شاید اتنی بے تکلفی سے آج سے قبل کبھی مما سے نہ کہہ سکتی تھی مما حیرت سے میری بات سن رہی تھی۔

''لیکن فیضان، بیٹا اس نے خود تمہارے لیے کہا تھا۔''

''فیضان سے میں بات کرلوں گی مما لیکن رومی، مما رومی کی حالت دیکھی ہے آپ نے وہ۔۔۔''میں جھجک سی گئی تھی۔

''وہ فیضان سے محبت کرنے لگی ہے۔''

''کیا اس نے تم سے کہا؟''

انہوں نے حیران سے مجھے دیکھا۔

''نہیں مما لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ۔۔۔آپ نے اس کی حالت دیکھی ہے کتنی

اپ سیٹ لگ رہی ہے۔"

"وقصی صحیح کہتے تھے کہ تم مجھ سے زیادہ اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھتی ہو ہر بات پر نظر ہوتی ہے تمہاری۔"

مما کی آنکھوں میں میرے لیے ویسی ہی شفقت و محبت تھی جیسی رومی اور ریان کے لیے ہوتی تھی آج مجھے ان کی نظر سپاٹ نہیں لگ رہی تھی آج ان سے محبتوں کے سوتے پھوٹ رہے تھے وہ میرے لیے پریشان تھیں ان کا دل نہیں مان رہا تھا کہ میری حق تلفی کریں۔

"لیکن سوی میری جان تم بڑی ہو اور پھر بھائی جان نے بھی تمہارا ہی کہا تھا رومی کو میں سمجھا لوں گی خود بات کرتی ہوں میں اس سے، کیا پتا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"نہیں مما۔۔۔۔اور پھر آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں حسان کے والدین بھی ادھر آنا چاہتے ہیں۔" مما کی نظریں میں نے اپنے چہرے پر محسوس کی تھیں اور حتی الامکان اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کی تھی۔

"تم حسان کو پسند کرتی ہو سوی؟"

"حسان اچھا ہے لیکن مما اگر رومی کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہوتا آپ کا حکم میرے لیے سب سے بڑھ کر تھا۔"

"تم حسان کے ساتھ خوش تو رہو گی نا۔ فیضان کیا۔۔۔مطلب ہے کیا تم فیضان کو پسند نہیں کرتیں۔" مما ہر طرح سے اپنی تسلی چاہتی تھیں اور میں نے انہیں مطمئن کر دیا تھا اب مجھے فیضان سے بات کرنی تھی فیضان کے ساتھ میں نے بہت سارا وقت نہیں گزارا تھا میں اور رومی دونوں ہی خوبصورت تھے گو ہماری مائیں الگ تھیں پھر بھی کبھی کبھی ہم دونوں بہت مشابہ لگنے لگتی تھیں میں چونکہ عمر میں بڑی تھی اس لیے نیچرل بات تھی کہ اس کا رجحان میری طرف تھا مجھے یقین تھا وہ رومی کے ساتھ بہت خوش رہے گا وہ میرے جیسی ہی تو ہے ہر طرح سے بات چیت، اٹھنا بیٹھنا، شوق، دلچسپیاں سب ایک۔

اس روز میں نے فیضان سے بات کی تھی پتا نہیں کیوں مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس کے لہجے میں وہ گرم جوشی نہیں تھی اس کا انداز بھی قدرے چبھتا ہوا سا تھا۔

"یہ کوئی ایسی بات نہ تھی سوی کہ تم اس طرح گھر چھوڑ کر چلی جاتیں تم کم از کم مجھ سے تو بات کر سکتی تھیں نا۔"

"غلطیاں بھی تو انسانوں سے ہوتی ہیں فیضان اور میری بھی غلطی تھی یہ۔۔۔خیر اس وقت میں نے تمہیں اس لیے فون کیا ہے کہ مما نے مجھے بتایا تھا کہ کہ ماموں جان نے تمہارے لیے مجھے پرپوز کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ بات میں تمہیں بتا چکا ہوں اور یہ تمہارے گھر سے جانے سے پہلے کی بات تھی۔"

"ہاں لیکن مما نے مجھ سے اب ذکر کیا ہے۔" میں نے اس کے لہجے کو اگنور کرتے ہوئے سادگی سے کہا۔

"اور مما کو میں نے بتایا ہے کہ رومی تمہیں چاہتی ہے اور تمہیں بھی یہی بتانے کے لیے فون کیا ہے۔"

"رومی!" اس کی آواز میں حیرت تھی۔

"ہاں، میں چاہتی ہوں فیضان کہ تم رومی سے شادی کر لو وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے اور تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گے۔"

"اور تم؟"

اس نے پوچھا۔

میں نے محسوس کیا تھا اس کے لہجے میں کوئی بیتابی نہ تھی بالکل نارمل سا انداز تھا اس کا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ تم اس واقعے کے بعد میرے ساتھ خوش نہ رہ سکو گے ہمارے درمیان کہیں نہ کہیں کوئی کسک رہے گی اور پھر میں حسان کے ساتھ زیادہ خوش رہوں گی۔"

اور مجھے لگا جیسے اس نے ایک اطمینان بھری سانس لی ہو بہر حال وہ ایک مرد تھا اور میرا اس طرح گھر سے چلے جانا اس کے علم میں تھا۔

"یہ حسان وہی لڑکا ہے نا تمہارا کلاس فیلو۔" وہی نارمل لہجہ۔

"ہاں!"

"او کے وش یو گڈ لک، ڈیڈ پھپھو سے بات کر لیں گے۔"

یہ ایک بڑا مسئلہ تھا جو آسانی سے طے ہو گیا تھا میں نے مما کو بتا دیا تھا کہ فیضان کو کوئی اعتراض نہیں۔ روی سارا دن اپنے کمرے میں ہی رہی تھی میں نے بھی اسے ڈسٹرب نہیں کیا تھا دوپہر کو پپا نے مجھے بتایا تھا کہ حسان کے والدین شام کو آ رہے ہیں وہ بہت حیران تھیں اور انہوں نے بھی ہر طرح سے سوال کر کے اپنی تسلی کی تھی۔

"ہم تمہاری خوشی میں خوش ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے مجھے پیار کیا تھا اور پھر جیسا میں نے چاہا تھا ویسا ہی ہوا تھا۔ پپا نے حسان کا پرپوزل قبول کر لیا تھا۔

روی بہت حیران تھی۔

"یہ کیا سوی تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ بہت خراب ہو تم۔۔۔۔ یعنی تم اور حسان بھائی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم فیضان بھائی سے۔۔۔" وہ مجھے مکے مار رہی تھی میں نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بہت محبت سے اسے دیکھا۔

"میں اور فیضان نہیں۔۔۔۔ تم اور فیضان، ماموں جان جلد آ رہے ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں جگنو چمک اٹھے تھے۔

اس نے گلگوں ہوتے رخساروں کے ساتھ اپنے ہاتھ چھڑا لیے تھے تب ہی میرا فون بج اٹھا دوسری طرف حسان تھا۔

"سنو میں سوچ رہا ہوں پپا سے کہوں منگنی کے بجائے ڈائریکٹ رخصتی کروا لیں تا کہ جب کبھی آدھی رات کو تمہیں میری ضرورت پڑے تو بس ذرا سا کندھا ہلا دینا۔"

"بکومت"

"شرم کرو اپنے ہونے والے مجازی خدا کو یہ کہہ رہی ہو۔"

حسان شوخ ہو رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہوں روی شرارت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"سنو آج شام چلو گی میرے ساتھ مقبرہ جہانگیر۔"

"نہیں۔" میں نے فوراً انکار کر دیا۔

"بڑا پرانا خواب ہے یار۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

"حسان تمہاری وہ مرید کے والی زمین ہے نا ابھی۔"

مجھے اس کا ایک اور خواب یاد آیا جو میری خاطر اس نے اپنی آنکھوں سے نوچ پھینکا تھا۔

"ہاں لیکن اس وقت بھلا اس کا کیا ذکر۔"

"ہم اس پر ہاسپٹل بنائیں گے نفسیاتی مریضوں کا اور اس کا نام شہر محبت رکھیں گے۔"

"پاگل ہو تم!" وہ ہولے سے ہنسا۔

"پتا ہے میرے ڈیڈ نے کوئی پندرہ بار تمہارے پپا سے کہا تھا کہ یہ نالائق اتنے اچھے نمبر لے کر بھی میڈیکل میں نہیں گیا ضد نہ کرتا تو آج سرجن ہوتا اور کوئی پندرہ بار ہی مما نے انہیں کہنی ماری تھی۔ سچی میں تو ڈر ہی رہا تھا کہ کہیں تمہارے پپا اتنی بار میرے لیے لفظ نالائق سن کر انکار ہی نہ کر دیں لیکن خیر ہوئی وہ ہنستے رہے اور تم ہاسپٹل بنانے کی بات کر رہی ہو۔۔۔ میرے ڈیڈ۔۔۔"

"یہ ہاسپٹل ضرور بنے گا حسان اور ہم اس کا نام "شہر محبت" رکھیں گے مرید کے میں نہ سہی کہیں اور سہی۔"

میں نے فون آف کر دیا اور روی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ روی کی آنکھوں کی

چمک اس کے رخساروں کی سرخی کتنی خوش کن تھی میں نے خوشی سے مغلوب ہو کر روی کو گلے لگا لیا اور کچھ دیر بعد ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ننھے بچوں کی طرح اونچا اونچا گاتے ہوئے بیا کے پورشن کی طرف جا رہے تھے۔

یہ شہر محبت ہے
اس شہر کے باسی سب
اک پھول کی پتیاں ہیں

اور اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا ریان حیران کن نظروں سے ہمیں دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا اور پھر ایک دم دو قدم بڑھا کر وہ بھی میرے ہم قدم ہو گیا اور اب ہم تینوں کی آوازیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔